Edited

20-3/

مختار وحید

جلد دوم

مرتبہ

صدر انجمن محافظِ اردو منصور نگر نیا محل لکھنؤ

حضرت مہذب لکھنوی

(قیمت دو روپیہ)

عنوان

انجمن محافظ اردو لکھنؤ کی انیسویں ۱۹ خدمت

اور

ماہانہ سلسلہ اشاعت کی سترہویں کڑی

مختار وحید

جلد اول

مؤلفہ

حضرت مہذب مدظلہ صدر انجمن
محافظ اردو لکھنؤ

ناشر

سید حسن الکمال سکریٹری انجمن
محافظ اردو منصور نگر نیا محل لکھنؤ

قسط ماہ اپریل سنہ ۱۹۵۳ء

مطبوعہ سرفراز قومی پریس لکھنؤ

قیمت دو روپیہ

فہرست

(اطلاع) عالی جناب راجہ راجہ نشین علی خاں صاحب آف دیوگاؤں بالقابہ نے بغرض ایصال ثواب روح فرزند جوانہ مرگ پیش نظر جلد کی بچاپش جلدیں وقف فرماتے ہوئے سو روپیہ سے انجمن محافظ اردو کی امداد فرمائی ہے۔ یہ جلدیں عراق میں خصوصیت سے ہندیوں کو تقسیم ہوں گی تاکہ روضہ جناب سید الشہداء پر پڑھی جائیں۔

صدر انجمن محافظ اُردو لکھنؤ   خیر طلب مہذب بقلمہ

باسمہ سبحانہ

راجکمار محمد عزادار حسین صاحب کربلائی مرحوم ولیعہد ریاست دیوگاؤں

جن کی ۱۱ محرم کو ولادت ہوئی اور تعلیم دیرہ دون لامارٹینیر کالج میں ہوئی سینیئر کیمبرج کا امتحان پاس کیا۔ انگریزی ادبیات کا ذوق تھا۔ لندن جانے کا ارادہ تھا والدین کے ساتھ عراق گئے ایک سال زیارت سید الشہدا کرنے کے بعد بحکم خدا مرض سل میں مبتلا ہوئے فوراً لکھنؤ آئے۔ بہتر سے بہتر علاج ہوا۔ بیمار رہوں پر دو سال رہی۔ ۲ محرم ۱۳۷۲ھ کو ۲۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ لاش سونپ دی گئی جو ماہ ذی الحجہ میں انشاء اللہ تعالیٰ عراق روانہ ہوگی۔

پسر مردہ پدر عالی جناب راجہ نبین علی خاں صاحب بالقابہ نے تمام رسوم شان سے ادا کیے۔ مجلس چہلم میں تقریباً تمام علما و رؤسا و امرا و غربا شہر نے شرکت کی بالخصوص حکام و عمائد شہر نے بھی اس غم میں حصہ لیا۔

چونکہ مرحوم انتہائی مخیر تھے اور ہمیشہ نیک کاموں میں خاص حصہ لیتے تھے اور انیس کے کلام کے دلدادہ تھے اور خاندان انیس کے مرثیے مجالس میں پڑھتے تھے۔ لہٰذا بحیثیت صدر انجمن محافظ اردو اپنی اس خدمت (جلد سیوم حصہ) کا ثواب مرحوم کی روح کو بخشتا ہوں۔ خدا اپنی رحمت نازل فرمائے۔

خیر طلب مہذب بقلمہ

یکم اگست ۱۹۵۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم اپنے آشیاں کی جگہ ڈھونڈتے رہے
آئے بھی اور گزر بھی گئے دن بہار کے (تعشق)

صاحبان دولت ہوں۔ یا صاحبان کمال۔ بنا بر مشہور فلک کجرفتار دونوں کا دشمن بہر طور فلک اپنی پیدائشی خصلتوں سے مجبور۔ انسان اپنی کمزوریوں سے معذور۔ ہونے والی بات کا ایک وقت مقرر ہی۔ جو ہو کے رہتی ہی۔ نہ دولت کی فراوانی کسی آنے والی بلا کو روک سکتی ہی۔ نہ کمال کی انتہا کسی ہونے والے سانحے کا وقت ٹال سکتی ہی۔ انسان جسے اشرف المخلوقات کہتے ہیں۔ اور خدا نے ہر شے کی خلقت انسان ہی کے لیے کی ہی اس کی بعض مجبوریوں پر دنیا کا ذرہ ذرہ انگشت بدنداں نظر آتا ہی۔

خدا کی پناہ۔ دولت کی کثرت اور حکومت تخت و تاج کا مالک آنے والے ادنیٰ سے مرض کو نہیں روک سکتا طول مرض سے مایوس چہرے کو اہالیان دولت کا بغور دیکھنا چارہ سازوں کی انتھک کوشش کے بعد ناکامیابی۔ اسی مقولے کو کہنے پر مجبور کرتی ہی کہ انسان مجبور ہی، انسان کی بساط ہی کیا ہی، مرض نے طول کھینچا، حکما نے اپنے عمر بھر کے تجربات کا تختۂ مشق بنانا شروع کیا دولت نے بظاہر تمام اُن سامانوں کو جمع کر دیا۔ جن سے قسمت کے لکھے کو مٹایا جاسکتا ہی مگر سب کی ناکامیابی نے ہوش و حواس کھو دیئے دولت مند مریض آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے چاروں طرف دیکھ رہا ہی۔ اور گزور آواز سے چارہ سازوں کو دولت کا سہارا دے رہا ہی۔ وہاں افعال خواص دواؤں کے برعکس۔ تریاق زہر کا کام کر رہا ہی۔ خون گھٹ رہا ہی ضعف بڑھ رہا ہی نبضیں سست گامی کی طرف مائل۔ پسینے کے دریا کا بہنا، دل کا ڈوبنا، نظام نفس کی برہمی دل کی رفتار میں کمی۔ وہ وقت لے آتی ہی۔ جسے دنیادار انسان۔ کبھی قبول کرنے کو

تیار نہیں۔ یعنی تمام قوتوں کی فوت جس کا نام ہی موت ہے آتی ہی مگر انقلاب عظیم پیدا کر دیتی ہی اگر انسان اپنی عمر طبعی کو پہونچ کے دنیاوی نمائش کو خیرباد کہتا ہی۔ تو اس قدر قابل افسوس بات نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ کُلّ من علیہا فان کے مفہوم سے ہر سمجھدار انسان واقف ہی۔ ہاں اگر بچپن یا شباب کی ابتدائی منزل میں اس لافانی آنے والے وقت کا سامنا کرتا ہی۔ یعنی قضا نو دنیا کے لیے فاعتبروا یا اولی الابصار کو بار بار پڑھنے کا موقع دیتا ہی اور ماں باپ کو زندہ درگور کر جاتا ہی ایسی مثالیں صدیوں تذکرے کے لیے کافی ہوتی ہیں۔

اودھ کے ممتاز و جلیل القدر راجہ جناب یٰسین علی خاں صاحب جن کو دنیا دوگاؤں کے راجہ سے انتساب سے خیر کے ساتھ یاد کرتی ہی جو انجمن محافظ اردو کے سرپرست خاص ہیں۔ اُن کے نیک و سعید نوجوان فرزند نے جن کے نام سے یہ جلد معنون ہی عنفوان شباب میں دنیا سے رحلت کی دولت مند باپ نے تھیلیوں کے مُنھ کھول دیے مگر وقت آیا اور جگر پارہ اپنے پدر شفیق کو دار فانی میں چھوڑ کے ملک بقا کی طرف کوچ کر گیا باپ حسرت سے دیکھتا رہ گیا۔

حقیقت یہ ہی کہ (اسی کا نام دنیا ہے)

اسی طرح صاحب کمال ہستیاں جن سے دنیا کو فیض عام پہونچ رہا ہی۔ سخاوت کے دریا بہ رہے ہیں آنے والی نسلوں کے لیے خزانے جمع کیے جا رہے ہیں جدھر نظر کی، آواز لبیک آنے لگی۔ جدھر رُخ کیا۔ سر اطاعت خم دکھائی دینے لگے۔

صاحبان کمال دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو اپنے کمال سے دنیا کو زندگی میں خاص خاص فائدے پہونچاتے ہیں مگر مرنے کے بعد پھر کوئی تعلق کمال دنیا سے باقی نہیں رہتا۔

ایک وہ جو زندگی میں بھی محسن انسانیت کا لقب حاصل کرتے ہیں اور انتقال کے بعد بھی ان کے فیوض کے دریا ہمیشہ بہتے رہتے ہیں۔

یوں تو باکمالوں کی فہرست میں عموماً شعرا ر کا بند درجہ ہی - لیکن بحیثیت خاص مادحین جناب سید الشہدا کی خاص منزل ہی - ان کا فیض مرنے کے بعد اس طرح جاری رہتا ہی کہ ہر آنے والی نسل اپنے اسلاف کی طرح وہی فائدے اُٹھاتی ہی جو اسلاف باکمال کی زندگی میں فائدے اُٹھایا کرتے تھے - کیا مداح و باکمال شعرا میں حضرت انیس کی وہ ہستی نہیں جس کی مثال اس کے خاص رنگ میں دنیا پیش کرنے سے قاصر ہی - اسی طرح حضرت مونس جو حضرت انیس کے چھوٹے بھائی تھے کیا عدیم المثال ہونے میں کلام ہو سکتا ہی؟

ایک خاص اور اچھوتے رنگ کے مالک بلکہ موجد - چار دانگ عالم میں انھیں کے ہوتے ڈنکے بجا دیتے - افسوس کہ جوانہ مرگ فرزند کے داغ سے نہ بچ سکے - وہ کون - خاندان انیس کا روشن چراغ دودمان مونس کا عدیم النظیر مداح - سید ہادی صاحب وحید رحمۃ اللہ جو حضرت مونس کی زندگی کا سہارا - خاندان کا چمکتا ستارا ضعیف باپ کے سامنے عالم فانی سے کوچ کر گیا - باپ پر کیا گزری ہوگی ہر اہل دل کچھ نہ کچھ قیاس کر سکتا ہی اس لیے کہ فطری مواد خلقت انسانی میں موجود ہیں حقیقتاً جو نقصان دنیائے شاعری کو پہونچا - اس کا اندازہ کرنے والی ہستیاں گزریں اور موجود بھی ہیں مگر کم - خاندان انیس میں اسی ہستی کو شرف حاصل ہی کہ دنیا کہنے پر مجبور ہی کہ دوسرا انیس مگر اس فرق کے ساتھ کہ جس ایجاز یعنی اختصار پر عمل پیرا تھے میر وحید میں وہ خصوصیت نہ تھی یعنی جس مضمون کو انیس ایک مصرع یا بیت میں ادا کر دیتے تھے - میر وحید ویسا ہی مضمون یا تخئیل چار یا چھ مصرعوں میں ادا فرماتے تھے - خیر یہ فرق کوئی ایسا خاص فرق نہیں - معاذ اللہ زور قلم ہی - کہ قیامت مصرعوں کی برّاقی ہی کہ آفت تخئیل کی بلندی، مضمون آفرینی جدت ادا - ندرت بندش - حسن محاکات -

یہ وہ خصوصیات ہیں جو خاندان کے دوسرے افراد کے یہاں پائے جاتے ہیں مگر جز ذاتِ ہی وہ ذات ہی جسے جامع الصفات کہنا تنا ہی ضروری ہی جیسے ملک کو معصوم ماننا مثل نظر

جلد میں چھ مرثیے طبع کیے گئے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ کے بعد حقیر فیصلے کی بلندی ملاحظہ فرمائیں گے۔
مرحوم نے عالم جوانی میں دنیا سے کوچ کیا۔ کب انتقال ہوا لاکھ کوشش کی پتہ نہ چل سکا لیکن اس قدر پتہ موثق ذریعہ سے لگا کہ جائے دفن مرزا حکیم مہدی صاحب مرحوم کا مقبرہ ہو جو مدرسہ سلطان المدارس کے مشرقی رُخ پر واقع ہو۔ اور عالی شان عمارت ہو۔ جس کا گنبد کسی وجہ سے اب اتار ڈالا گیا ہو۔ اس کے ایک کمرہ میں حضرت اُنس اور حضرت وحید دفن ہیں۔ ضرورت تھی کہ اس محل پر اُن کی اولاد کا تذکرہ کیا جائے اور عمر و سنہ وفات و ولادت بیان کیا جائے مگر افسوس کہ ایک تو جاننے والے کم ہیں دوسرے اگر معلوم بھی ہو تو بتانے میں اس لیے بخل ہو کہ یہ سہرا حضرت مہذب کے سر کیوں ہو۔ المختصر یہ ایک ایسی فرد گزری ہو کہ خاندان ہی نہیں بلکہ دنیائے لکھنؤ اور دنیائے ادب جس قدر بھی فخر و ناز کرے وہ کم ہو۔ جہاں خدا نے قوت شعر و شاعری ودیعت فرمائی تھی وہاں خواندگی کمال سے بھی آراستہ و پیراستہ کیا تھا۔

سُنا ہو کہ اہل ذوق جہاں کلام سُننے کی غرض سے کسی مجلس میں دوڑتے ہوئے آتے تھے وہاں کمال خواندگی کا جذبہ بھی کھینچ بلاتا تھا۔ مصرع اس خوبصورتی سے ادا فرماتے تھے کہ سامنے تصویر کھنچ جاتی تھی۔ مجلس قبضے میں رہتی تھی جہاں چاہتے تھے رُلا دیتے تھے جہاں چاہتے تھے واہ واہ کی آوازوں سے مجلس گونج جاتی تھی۔ سلام خاص خاص طرحوں میں فرماتے تھے۔ اور یہ کوشش ہوتی تھی کہ سب سے جدا طرح نکال کے کہوں چنانچہ سلام بکثرت فرمائے جو کچھ طبع ہو گئے ہیں اور کچھ غیر مطبوعہ موجود ہیں۔ اسی طرح رباعیات بہت کثرت سے نظم فرمائے جو کچھ زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ باقی غیر مطبوعہ موجود ہیں۔ خدا کرے مرحوم کا جس قدر کلام غیر مطبوعہ بحیثیت مراثی و سلام و رباعیات موجود ہو منظر عام پر آ جائے پیش نظر جلد میں پانچ مرثیے جو غیر مطبوعہ ہیں یہ ایک ادب دوست ہستی کا عطیہ ہیں خدا اُن کو

جزائے خیر دے۔ یعنی جناب سید محمد انیس صاحب زیدی ساکن رستم نگر لکھنؤ جو عالی جناب سید عبد الحسین صاحب مرحوم کے کتب خانہ کی منیجری کا فریضہ بھی اب تک ادا فرما رہے ہیں۔ صدر انجمن محافظ اُردو حضرت مہذب مدظلہ کو جب معلوم ہوا کہ کلام وحید رحمہ اللہ جو اتفاق سے غیر مطبوعہ ہے۔ موصوف کے پاس موجود ہے۔ تو خود تشریف لے گئے اور استدعا کی کہ کلام سید ہادی صاحب وحید مرحوم آپ کے پاس غیر مطبوعہ ہے۔ اگر عنایت فرما دیجئے تو زریں سلسلہ میں شائع کر دوں۔ جناب موصوف نے بخندہ پیشانی فرمایا کہ خود حاضر کر دوں گا۔ آپ کل دوسرے دن تشریف لائیے چنانچہ حضرت مہذب مدظلہ دوبارہ تشریف لے گئے۔ موصوف نے کلام عطا فرمایا جو نہایت حسن و خوبی کے ساتھ تصحیح و غلط کی نگرانی کے بعد پیش ناظرین کیا جاتا ہے۔

صرف حضرت مولف رحمہ اللہ کی علالت اور انتقال کی وجہ سے جو کمی رہ گئی ہے اُس کی معافی چاہنا اراکین انجمن کا فرض ہے۔

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حال معراج و شہادت امیر المومنین علیہ السلام

مطلع

دستارِ سرِ عرشِ معلّےٰ ہیں محمدؐ

(بند ۱۰۲)

دستارِ سرِ عرشِ معلّےٰ ہیں محمدؐ — سردفترِ دیں حاکمِ دنیا ہیں محمدؐ
بابِ کرمِ خالقِ یکتا ہیں محمدؐ — مُردے کیے زندہ وہ مسیحا ہیں محمدؐ
دم مار سکے یاں کوئی کیا تاب تواں ہے
ذی روح ہیں قائل کہ یہی جانِ جہاں ہے

روشن گرِ مہرِ فلک آرا ہیں محمدؐ — جو عرش کی رونق ہے وہ تارا ہیں محمدؐ
کیا غم کہ مددگار ہمارا ہیں محمدؐ — مجرم ہیں تو بخشش کا سہارا ہیں محمدؐ
حق اپنی حمایت کا ادا کر دیا جس نے
اُمت پہ نواسے کو فدا کر دیا جس نے

درگاہِ الٰہی کا مقرب ہے محمدؐ — محبوب ہے یہ شیفتۂ رب ہے محمدؐ
حقا کہ محامد سے مرکب ہے محمدؐ — اسبابِ دو عالم کا مسبب ہے محمدؐ
دنیا میں ظہور اُن کا جو مقصود نہ ہوتا
جز ذاتِ خدا پھر کوئی موجود نہ ہوتا

دربان ہیں ملک جس کے وہ ہے باب محمدؐ افلاک بھی دبتے ہیں زہے داب محمدؐ
واجب کیا اللہ نے آداب محمدؐ یحییٰ سے بھی افضل ہے کہیں خواب محمدؐ
حاصل ہیں سلسلے بندگی رب علا کے
بند آنکھیں کئے بھرتے ہیں دم عشق خدا کے

گلچین گلستان رسالت ہے محمدؐ مہر فلک صولت و شوکت ہے محمدؐ
مجموعۂ اعجاز و کرامت ہے محمدؐ مختار سقر مالک جنت ہے محمدؐ
آئے تھے ہدایت کو گلستان جہاں میں
ہیں مثل الف آپ کہ ساکن ہیں جہاں میں

گنجینۂ اسلام کا مورث ہے محمدؐ دولت سے نہ دنیا سے ملوث ہے محمدؐ
گو عالم ایجاد کا باعث ہے محمدؐ پر مورد آفات و حوادث ہے محمدؐ
طفلی سے اٹھاتے رہے غم جانتے ہیں سب
بو جہل ستمگر کے ستم جانتے ہیں سب

ہے عرش بساط شب معراج محمدؐ زیبا نہ کسی سر پہ ہوا تاج محمدؐ
ہیں رہبر دیں سالک منہاج محمدؐ شاہان ذوی القدر ہیں محتاج محمدؐ
آفاق میں سردار نہ سرور ہوا ایسا
اللہ غنی کون تونگر ہوا ایسا

ہر قلب حق آگاہ میں راسخ ہے محمدؐ نور دل زہاد و مشائخ ہے محمدؐ
ہر دین ہوا منسوخ وہ ناسخ ہے محمدؐ سابق سے بھی سابق کا مورخ ہے محمدؐ
وہ کون سا ہے راز جو مولا سے نہاں ہے
مستقبل و ماضی کا ہر اک حال عیاں ہے

رحمت کا نشاں ہے کرم وجودِ محمدؐ معبود کا مردود ہے مردودِ محمدؐ
مقبول ہے ہر خصلت محمودِ محمدؐ آفاق میں اسلام ہے مقصودِ محمدؐ
گمراہوں کی بدعت میں ہدایت کو نہ چھوڑا
ٹوٹے دُرِ دنداں پہ نصیحت کو نہ چھوڑا

کرسی کا شرف عرش کا زیور ہے محمدؐ ثانی نہیں جس کا وہ پیمبر ہے محمدؐ
صادر ہوا دیں جس سے وہ مصدر ہے محمدؐ جس گھر کے علیؑ باب ہیں وہ گھر ہے محمدؐ
جز اُلفتِ حیدرؑ کوئی چارا نہیں ہوتا
بے طے کیے در گھر میں گزارا نہیں ہوتا

لطف و کرم وجود ہے دستورِ محمدؐ قہار کا مخذول ہے مقہورِ محمدؐ
ہے رونقِ دیں خلق میں منظورِ محمدؐ جو سب سے مقدم ہے وہ ہے نورِ محمدؐ
دنیا میں جو پیدا شہِ لولاک نہ ہوتے
خالق کا ہے یہ قول کہ افلاک نہ ہوتے

ہے طالبِ معبود طلبگارِ محمدؐ اللہ کا دیدار ہے دیدارِ محمدؐ
جبریلؑ تو ہوں خادمِ سرکارِ محمدؐ بلوے میں پھرے عترتِ اطہارِ محمدؐ
سر ننگے سراسیمہ و دل خستہ ہوں زینبؑ
ہے ہے سرِ بازار رسن بستہ ہوں زینبؑ

معبود کو پیارا تھا ہر اک نازِ محمدؐ منظور ہوا عرش پہ اعزازِ محمدؐ
ہیں شیرِ خدا عاشقِ جانبازِ محمدؐ شق القمر ادنیٰ سا ہے اعجازِ محمدؐ
گردوں کے جو مالک ہیں تو حاکم ہیں زمیں کے
خورشید کو رجعت ہوئی ایما سے انھیں کے

اکلیل سرِ چرخ مقدس ہے محمدؐ فریادرسِ عاجز و بیکس ہے محمدؐ
قدسی بھی ہیں قائل کہ مقدس ہے محمدؐ فرق اُن میں کہاں تھا وہ خدا ہیں کہ محمدؐ

رُتبہ یہ میسر نہ ہوا اور نبیؐ کو ؟
جو اوج دیا حق نے رسولِ عربیؐ کو

تابع ہی جو ہے راہبرِ کیش محمدؐ جھکتے ہیں ملک مثلِ فلک پیشِ محمدؐ
شاہوں کے شہنشاہ ہیں درویش محمدؐ شیدا ہیں امامِ دو جہاں خویش محمدؐ

بیٹی جسے دی خلق میں اُس شاہِ زماں نے
اور عقد پڑھا عرش پہ ربِ دو جہاں نے

اسلام کے خورشید کا مطلع ہی محمدؐ تشریفِ رسالت سے مخلع ہی محمدؐ
اُمی ہی مگر علم کا منبع ہے محمدؐ لاریب کہ مخلوق کا مرجع ہی محمدؐ

اللہ رے حشمت سرورِ کونین مکاں کا
مرکز ہی وہی دائرہ دورِ جہاں کا

قرآں کے ہر اک رمز سے واقف ہی محمدؐ عرفان کی ہر اک کنہ کا عارف ہی محمدؐ
اقلیمِ حشم پر متصرف ہے محمدؐ انصاف بھی صدقے ہے وہ منصف ہی محمدؐ

جو عقدہ لاحل ہوئے وہ حل ہوئے اکثر
ہر قوم کے قضیے بھی فیصل ہوئے اکثر

مومن کے لیے شمعِ مسالک ہی محمدؐ پیرو ہیں خضر جس کے وہ سالک ہی محمدؐ
سرتاجِ سلاطینِ ممالک ہی محمدؐ ہر مُلک ہے ملک اس کی وہ مالک ہی محمدؐ

ذی رُتبہ و ذی شوکت و ذی جاہ کہیں ہم
کس طرح نہ عالم کا شہنشاہ کہیں ہم

کیا نام خدا اسم مبارک ہے محمدؐ گم ہو نہ کوئی جس سے وہ مسلک ہے محمدؐ
جو شان میں ارفع ہے وہ بیشک ہے محمدؐ مقصود رفعنا لک ذکرک ہے محمدؐ
اللہ کا پیارا تہ افلاک وہی ہے
زیبا ہے جسے خلعت لولاک وہی ہے

ہے زینت گلزار جناں رنگ محمدؐ شرح خط تقدیر ہے آہنگ محمدؐ
خالق کی عنایت ہے دم جنگ محمدؐ امید مدد غیر سے ہے ننگ محمدؐ
کیا سر ہو مہم اور ہوا خواہ کے ہاتھوں
ہاتھ آئی ظفر جب تو ید اللہ کے ہاتھوں

بسم اللہ دیباچۂ عالم ہیں محمدؐ آدم سے قدامت میں مقدم ہیں محمدؐ
والا حشم و امجد و اکرم ہیں محمدؐ خود عرش ہے شاہد کہ معظم ہیں محمدؐ
جو کچھ ہو دستار شہ لولاک بجا ہے
خالق کے سوا کون بزرگ ان سے سوا ہے

ہے تاج سر عرش خدا نام محمدؐ غلمان ہیں تو ہیں خادم خدام محمدؐ
جنت میں نہ کیوں تلخ ہو آرام محمدؐ پامال ہو جب لاش گل اندام محمدؐ
منصف ہو تو مضموں یہ نہیں صبر کے قابل
احمدؐ کا جگر بند نہ تھا قہر کے قابل

نور دل ہر صاحب ایماں ہے محمدؐ لاریب جہاں جسم ہے اور جاں ہے محمدؐ
ہے زیب نگین خلق وہ سلطاں ہے محمدؐ رفرف ہے بساط اور سلیماں ہے محمدؐ
تاج اس کا شفاعت ہے حشم رحمت ہے اس کا
معراج کا پایہ جو ہے وہ تخت ہے اس کا

جود و کرم و فیض کا جیحوں ہے محمدؐ — مختارِ زمیں حاکمِ گردوں ہے محمدؐ
مجموعۂ کونین کا مضموں ہے محمدؐ — یا قلزمِ کن کا دُرِ مکنوں ہے محمدؐ
عاشور کو جنگل میں لُٹا آہ گھر اس کا
بے آب ہوا خون میں غلطاں پسر اس کا

ہے زیرِ قدم عرش وہ رہرو ہے محمدؐ — پُرنور جہاں جس سے ہے وہ ضو ہے محمدؐ
صیقل گرِ شمشیرِ مہِ نو ہے محمدؐ — ہے رحمتِ حق مہر تو پرتو ہے محمدؐ
اظہار شرف آپ کا منظورِ خدا ہے
بے سایہ اسی وجہ سے وہ نورِ خدا ہے

شمشادِ جناں ہے قدِ دلجوئے محمدؐ — محرابِ حرم ہے خمِ ابروئے محمدؐ
قرآنِ خدا انساں میں ہے روئے محمدؐ — حیدر سا زبردست ہے بازوئے محمدؐ
کی جنگ و جدل خیبریوں سے جو نبیؐ نے
توڑا درِ خیبر کو اسی دستِ قوی نے

قاصر ہے زباں مدحتِ محبوبِ خدا میں — نازل ہے کلامِ احدی جس کی ثنا میں
ثانی کوئی ان کا نہ ہوا ارض و سما میں — عدل و کرم و منزلت و جود و سخا میں
گزرے ہیں نبیؐ جتنے انھیں فوق ہے کُل پر
سب عزّ و شرف ختم ہوئے ختمِ رُسل پر

جو حسن تھا ان کا وہ زمانے میں ہے مشہور — کرتی تھی نظر مثلِ علیؑ کہہ کے ہر اک حور
پرتو میں چمک تھی صفتِ برقِ سرِ طور — سایہ تنِ پُرنور کا کیونکر ہو جسم نور
آفاق میں یہ حسن کا پایا نہیں ہوتا
خورشیدِ جہاں تاب میں سایا نہیں ہوتا

بالفرض جو اس عہد میں ہوتا مرا مولا | حُسن رُخِ یوسف کا نہ ہوتا کبھی شہرا
مشتاق کوئی ہو کے زیارت کو نہ جاتا | خود رفتہ کبھی عشق میں ہوتی نہ زلیخا
اس طرح وہ ہوتے شہِ ذیشاں کے مقابل
جس طرح نستر مہرِ درخشاں کے مقابل

آفاق میں شاکر ہوا اسلام انہیں کا | ہر سورۂ ذی قدر ہی انعام انہیں کا
بخشائیں گے ہم سب کو یہ ہی کام انہیں کا | رکھتا ہی قلم نوک زباں نام انہیں کا
جس نام نے ہر قلب کو محفوظ رکھا ہی
سینے میں جسے لوح نے محفوظ رکھا ہی

کیا کیا نہ محمدؐ کے مدارج ہوئے اعلےٰ | ذی مرتبہ ایسے نہ سلیماں تھے نہ یحیٰی
اک چرخ چہارم پہ گئے حضرت عیسیٰ | یاں اوج یہ ہی اوج سرِ عرش معلیٰ
یہ ہیں وہ گہر رحمتِ حق جن کی صدف ہی
قوسین مکاں ہو گئے اَدنیٰ یہ شرف ہی

موسیٰ پہ ہویدا رہا جاہ و حشم ان کا | بھرتے رہی عیسیٰ بھی محبت میں دم ان کا
ہی رحمتِ معبود سحابِ کرم ان کا | لنگر ہے پئے کشتیٔ اُمت قدم ان کا
طوفاں میں محمدؐ کے ترحم سے بچیں گے
بحرِ غضبِ حق کے تلاطم سے بچیں گے

جس وقت کہ ہوگی سحرِ حشر نمودار | استادہ عجب حال سے وہاں ہونگے گنہگار
سر اپنا جھکائے عرقِ شرم میں سرشار | لرزان و پریشان و ہراسان و دل افگار
ہوں گے متاسف بہت اعمال پہ اپنے
اشک آنکھوں سے برسائیں گے احوال پہ اپنے

ہوگا نہ کوئی دوست نہ غمخوار نہ یاور
فکر اپنی ہر اک شخص کو با حالت مضطر
وہ ہول وہ احوال وہ ہنگامۂ محشر
وہ جوش میں بحر غضب خالق اکبر
انجام کا دھڑکا بھی غم و رنج و محن بھی
دشمن سے سوا ہوگا ہر اک عضو بدن بھی

لکھا ہے کہ اس وقت شہنشاہ رسالت
گھبرا کے چلے آئیں گے مابین جماعت
جبار سے ہوگی جو نہ کچھ عرض کی طاقت
فرمائیں گے ہر دم مری اُمت مری اُمت
منھ رحم سے اُس دم نہیں موڑیں گے محمدؐ
ساتھ اُمت عاصی کا نہ چھوڑیں گے محمدؐ

آئے گی ندا جانب معبود سے ناگاہ
ہاں جلد ہٹو بیچ سے اے احمد ذیجاہ
قہر آنا ہے قہار کا آگاہ ہو آگاہ
بہر غضب اللہ علیہم ہیں یہ گمراہ
نخل عمل بد کا ثمر ان کے لیے ہے
یہ نار کے قابل ہیں سقر ان کے لیے ہے

یہ سنتے ہی اک گام بڑھا کر بدل زار
آجائیں گے پھر اپنی جگہ پر شہ ابرار
حکم دوم آتے ہی لرز جائیں گے اک بار
دو گام بڑھا دیں گے جدا ہوں گے نہ زنہار
ارشاد سوم سنتے ہی ہٹ جائیں گے مولا
پھر دوڑ کے ان سب میں چلے آئیں گے مولا

تھرا کے یہ تب عرض کریں گے بصد افغاں
یارب عمل ان لوگوں کے تجھ سے نہیں پنہاں
گو جرم ہیں افزوں صفت قطرۂ باراں
غفار ترے فضل و کرم کا نہیں پایاں!
ہیں نار کے قابل یہ جماعت جو کھڑی ہے
رحمت تری پر ان کے گناہوں سے بڑی ہے

ستار ہی تو کر مری اُمت کو نہ رُسوا — ان سب کے لیے میں نے سہی خلق میں ایذا
شبیر سے پیارے کا کیا قتل گوارا — تو نے بہ کرم تاج شفاعت سبے بخشا

منظور کیا تو نے بہ عالی مرے حق میں!
نازاں ہوں کہ فرمایا فرضی مرے حق میں

چپ ہو گئے جو یہ کہہ کے شہنشاہ رسالت — بس جوش میں آ جائے گا دریائے رحمت
آئے گی ندا اے شہ برج نبوت — ہاں خوش ہو کہ مقبول ہوئی تیری شفاعت

غم تیرا گوارا نہ کیا رب عُلا نے
لے بخش دیا غیر حساب ان کو خدا نے

کیوں مومنو احمدؐ کو ہی کیا پاس تمہارا — انصاف کی جا اب ہی کرو غور خدارا
پیارا وہ نواسا کہ جو تھا عرش کا تارا — کس ظلم سے حیف اُمت بد نے اُسے مارا

کاٹا گیا پیاسے کا گلا خنجر کیں سے
ہے ہے تن بے سر نہ اُٹھا گرم زمیں سے

سمجھے نہ لعیں حرمت ناموس پیمبر — گھر پھونک دیا لوٹ کے سارا زر و زیور
جو بی بیاں تھیں شان میں مریم سے فزوں تر — بلوے میں پھرایا انھیں بے مقنع و چادر

وہ پھول سے اطفال جو نازوں کے پلے تھے
پھندے رسن ظلم کے اور ان کے گلے تھے

اے مومنو احمدؐ کے شرف گرچہ ہیں بے حد — پر حیدر کرار بھی ہیں اکرم و امجد
پیدا ہوا کعبے میں وہ شاہوں کا سرآمد — اعجاز سنا تو ترے دیں جان محمدؐ

احمدؐ نے کہا نفس دلی رب علا نے
بیٹی تو نبیؐ نے انھیں دی تیغ خدا نے

تھی ضرب علیؑ مانع اصنام پرستی — تاراج کیا پائی جہاں کفر کی بستی
رکتے نہ کسی جنگ میں گر آگ برستی — توڑا درِ خیبر کو زہے قوت دستی
خندق پہ جو پل کرکے لیا دستِ یمیں پر
تھے پائے مبارک پر جبریل امیں پر

اللہ کے محبوب ہیں گر احمدؐ مختار — لاریب کہ ہیں دستِ خدا حیدر کرار
سب کے وہ مددگار تو یہ اُن کے مددگار — وہ حاکم اسلام تو یہ قاتل کفار
دونوں سے چلن خلق میں ہے دین خدا کا
ضرب ان کی ہے سکہ ہے رسولِ دوسرا کا

ہے ذات علیؑ حیطۂ توصیف سے خارج — یہ دیں کے مروج ہوئے تکفیر کے حارج
دیتے تھے فلک دیکھ کے ان کے بھی معارج — احمدؐ متعجب ہوئے اللہ رے مدارج
معراج میں دیکھ آئے یہ توقیر علیؑ کی
تھی عرش معلیٰ پہ بھی تصویر علیؑ کی

اللہ رے عز و شرف رتبۂ اعلیٰ — مولا ہیں علیؑ سب کے مدلل ہے یہ دعوا
وہ یہ کہ کوئی مرد مسلماں نہیں ایسا — جو دل سے محمدؐ کو سمجھتا نہ ہو مولا
مہر فلک صدق و صفا جانتے ہیں سب
قول ان کا ہر اک وحی خدا جانتے ہیں سب

لکھتے ہیں فریقین کتب میں یہ بہ تکرار — منبر پہ یہ فرما چکے ہیں احمدؐ مختار
مولا ہوں میں جس شخص کا اے جمع حنفا — اس شخص کا مولا ہے علیؑ حیدر کرار
جب یوں کہیں محبوب خدا حق کے ولی کو
پھر کون ہے مولا جو نہ سمجھے گا علیؑ کو

مشکات و مصابیح سے مطلب ہے یہ حاصل — یعنی کہ ہیں اس حال کی خود عائشہ ناقل
شیدائے علیؑ تھے یہ نبیؐ سرورِ عادل — بے ان کے کسی حال میں آرام تھا مشکل
یوں سب تھے مگر آنکھوں کا تارا نہ تھا کوئی
حیدرؑ سے زیادہ انھیں پیارا نہ تھا کوئی

محبوبِ خدا دوست سوا رکھتے نہ کیونکر — ممتاز تھا بندوں میں خدا کے وہ دلاور
غافل تھا کبھی طاعتِ خالق سے نہ دم بھر — آفت میں سپر جنگ میں شمشیرِ پیمبرؐ
قوت ہوئی حیدرؑ سے رسولِ عربیؐ کو
لاریب رواج اس نے دیا دینِ نبیؐ کو

لکھتے ہیں کہ ہنگامِ وفاتِ شہِ ابرار — تھا زانوئے حیدرؑ پہ سرِ احمدِ مختار
کچھ کف ہوئے لب ہائے محمدؐ پہ نمودار — بس چوس لیا جھک کے علیؑ نے اسے اک بار
جو علم و رموز آئے تھے حصے میں نبیؐ کے
حضرت نے وہ سب بھر دیئے سینے میں علیؑ کے

اک روز رسولِ عربیؐ نیک خصائل — مسجد میں بیاں کرتے تھے حیدرؑ کے فضائل
ناگاہ ہوئے روح امیں عرش سے نازل — رکھ کر ورقِ سبز حضورِ شہِ عادل
کی عرض جو لکھا ہے اسے کیا کوئی جانے
بھیجا ہے یہ خط آپ کو رب دوسرا نے

کھولا خطِ اقدس کو محمدؐ نے جو اک بار — با خطِ سفید اس میں یہ لکھا تھا بہ تکرار
آگاہ ہو آگاہ ہو اے احمدِ مختار — ہیں نار کے قابل تری امت کے گنہگار
جنت متصور ہے محبت میں ولی کی
سب خلق پہ کی فرض ولا ہم نے علیؑ کی

پوچھا یہ محمدؐ سے کسی نے سرِ منبر — افضل ہیں ملک رتبے میں یا حیدرِ صفدر
فرمایا پیمبرؐ نے کہ اے بندۂ داور — حقا کہ فضیلت میں علیؑ اُن سے ہیں بہتر

واقف نہیں تو منزلتِ شیرِ خدا سے
پایا ہے ملائک نے شرف اس کی ولا سے

لکھتا ہوں میں وہ حیدرِ صفدر کے فضائل — جو فضل کتب سے ہوں فریقین کے حاصل
فرماتے تھے اکثر یہ نبیؐ سرورِ عادل — شمشیرِ علیؑ سے ہوا فرق حق و باطل

عشق اُس کا تو کونین کی دولت سے ہے افضل
ضرب اس کی دو عالم کی عبادت سے ہے افضل

لکھا ہے ہوئی فتح جو مکہ کی لڑائی — سُرخی رُخِ پیغمبرؐ ذی جاہ پہ آئی
خوش ہو کے یداللہ سے فرمایا کہ بھائی — لازم ہے کہ ہو کفر کی کعبے سے صفائی

فرقِ حبل و لات پہ اصنام کو توڑو
تم چڑھ کے مری پشت پہ اصنام کو توڑو

کی عرض علیؑ نے کہ یہ میری نہیں طاقت — بیٹھا دوش پہ سے لوں یہ قدم تو ہی سعادت
محبوبِ الٰہی نے یہ فرمایا بہ شفقت — تم سے نہ اُٹھے گا مری جاں بارِ نبوّت

ہر ایک پہ توقیر ہے پیدا ہو تمھاری
میں چاہتا ہوں شان دوبالا ہو تمھاری

یہ حکم سُنا جب تو نہ کچھ کر سکے انکار — کاندھے پہ محمدؐ کے چڑھے حیدرِ کرار
مہتاب ہوا جلوہ نما مہر پہ یک بار — غل تھا کہ نبوت پہ امامت کا ہوا بار

جو کفر کی ظلمت تھی وہ زائل نظر آئی
کس شان سے قرآن پہ حمائل نظر آئی

اونچے جو ہوئے شیر خدا سر ورِ اکرم
اللہ رے رفعت کہ سرِ چرخ ہوا خم!
اصنام کو طاقوں سے گرانے لگے جس دم
فرمانے لگے ہنس کے یہ سردارِ دو عالم
جو دیکھتے ہو کیوں نہیں بتلاتے ہو بھائی
تم آپ کو اس وقت کہاں پاتے ہو بھائی

کی عرض فدا بندہ نوازی یہ ہوا خواہ
جو دیکھ رہا ہوں میں حضور اس سے ہیں آگاہ
قدرت کا تماشا ہے مرے سامنے یا شاہ
ہر شے مرے قبضے میں نظر آتی ہے واللہ
چہرے کے قریں دیکھتا ہوں مہرِ مبیں کو
چاہوں تو ابھی تھام لوں میں عرش بریں کو

جب سن چکے احمدؐ اسد اللہ کی گفتار
فرمایا خوشا بخت ترا اے مرے غمخوار
کیوں آگے ترے پست نہ ہو گنبدِ دوّار
جس کام میں مصروف ہے تو حق کا یہ ہے کار
نازاں ہے نبیؐ اپنے تن و توش پہ بھائی
ہے بارِ حق اس وقت مرے دوش پہ بھائی

فرمایا ہے یہ احمدؐ مختار نے اکثر
بیجا ہیں علیؑ پر کرمِ خالقِ اکبر
آفاق میں ہوتا جو مرے بعد پیمبر
تو قبر میں حیدر سے نہ ہوتا کوئی بہتر
ہرگز نہ یہ رفعت کسی ذی جاہ کو ہوتی
ہوتی تو نبوت اسد اللہ کو ہوتی

آفاق میں مشہور ہیں سب غزوۂ حیدرؑ
کیا سر ہوئی جنگ جمل و خندق و خیبر
ہنگام وغا قتل ہوئے مرحب و عنتر
لکھا ہے کہ فرماتے تھے اکثر یہ پیمبرؐ
ہر جنگ میں امداد ید اللہ نے دی ہے
اسلام کو قوت اسد اللہ نے دی ہے

کعبہ ہیں محمدؐ تو ستوں حیدرِ صفدر وہ علمِ الٰہی کا مدینہ ہیں تو یہ در
معدن وہ یہ ہیں لعل وہ دریا تو یہ گوہر وہ پھول یہ خوشبو ہیں وہ شمشیر یہ جوہر
وہ مہرِ منور تو یہ تنویر ہیں اُس کی
مُصحف وہ اگر ہیں تو یہ تفسیر ہیں اُس کی

اک نور سے پیدا ہیں یہ دونوں مہِ کامل سب اہلِ یقیں قولِ محمدؐ کے ہیں قائل
باہم نہ جدائی تھی کسی وقت میں حاصل مذکور ہیں دونوں کے شرف بھی بہم اے دل
احمدؐ کا حشم اوجِ علیؑ سب پہ عیاں ہے
کیفیتِ معراج بالاجمال بیاں ہے

اے اوجِ بیاں رفعتِ اعجاز دکھا دے ابوابِ رہِ ہفت فلک باز دکھا دے
اے وہمِ رسا بارگہِ راز دکھا دے اے رخشِ خرد برق کا انداز دکھا دے
سُرعت ہو فدا شان ہو وہ تیز روی کی
جولاں ہو قسم تجھ کو بُراقِ نبوی کی

حالِ شبِ معراج کتب سے ہے یہ حاصل تھے بسترِ راحت پہ نبیؐ سرورِ عادل
ناگاہ ہوئے رُوحِ امیں عرش سے نازل کی عرض پس از اذن جو گھر میں ہوئے داخل
رتبہ ہو بلند اس سے بھی یہ خواہشِ رب ہے
معشوق کے دربار میں عاشق کی طلب ہے

ہیں حکمِ خدا سے ہوا اس کام پہ مامور دروازے پہ حاضر ہے بُراق اے شہِ جمہور
صف بستہ ہیں مشتاقِ زیارت ملک و حور معراج ملے آپ کو یہ حق کو ہے منظور
مہمانِ خدا آج کی رات آپ ہوں مولا
دنیا میں رفیع الدرجات آپ ہوں مولا

یہ سنتے ہی سجدے کو جھکے احمدؐ مختار پھر شوق میں پوشاک بدل کر ہوئے تیار
ہونچے بصد اقبال و حشم در پہ جو یکبار نزدیک براق آگیا مولا ہوئے اسوار
یوں نیر تاباں نہ کبھی سنرش پہ چمکا
معلوم ہوا نور خدا عرش پہ چمکا

گیتی نے صدا دی کہ زہے صولت و شوکت لو برق مجسم نے لیا بارِ نبوت
کہتے تھے ملک لوح پہ قرآں کی ہے آیت چلاتے تھے جبرئیل کہ قدرت یہ ہے قدرت
بالائے براق اس شہ جمہور کو دیکھو
اے اہل زمیں نور علی الطور کو دیکھو

جب بیٹھ چکے جم کے شہنشاہ سرافراز کی یک بیک اس رخش فلک سیر نے پرواز
مرصر کا چلن اوجِ ہما حور کا انداز عیسیٰ نے صدا دی کہ مجسم ہوا اعجاز
سکان زمیں کی جو کھلی آنکھ جھپک کر
پنہاں ہوا یوں برق چھپے جیسے چمک کر

کعبے میں گئے پہلے شہ یثرب و بطحا اور واں سے پس از طوف گئے مسجد اقصیٰ
واں طاعت حق کرکے بصد شوق و تمنا خورشید ہوا راہ رو گنبد خضرا
جانے لگا وہ مہ روش اس طرح فلک پر
عارف کی دعا جاتی ہے جس طرح فلک پر

چومے نہ قدم اس کے ہوا کو ہے تحسّر پامال ہے ہر گام تصور کا تصور!
کافور ہے اورنگ سلیمانِ تبختر بجلی صفتِ قطب ہے اک نقش تحیر
خصلت میں یہ ہے فخر ملک برق روش ہے
کہنے کو براق اصل میں خالق کی کشش ہے

گردوں پہ جو پہونچے بہ حشم سرور ممتاز　　جبرئیل نے در نام علی لے کے کیا باز
صف بستہ ملائک ہوئے مجرے سے سرافراز　　دیکھا جسے وہ آپ کا تھا عاشق جانباز
خوش ہو کے بڑھے جب کرم رب علا سے
رستے میں ملاقات ہوئی شیر خدا سے

پھر واں سے اسی طرح بصد صولت و حشمت　　تا چرخ دوم آئے شہنشاہ رسالت
ہر سمت نظر آنے لگا جلوۂ قدرت　　تھے جمع اُسی طرح ملک بہر زیارت
سب شیفتہ احمدؐ و محمود تھے واں بھی
خالق کے ولی عرش پہ موجود تھے واں بھی

تھی زینت چرخ سوم اُس سے بھی زیادہ　　حاصل کیا واں سب نے زیارت سے افادہ
حیدرؑ کے بھی جلوے سے ضیا بار تھا جادہ　　حضرت نے کیا چرخ چہارم کا ارادہ
واں ہر ملک و عیسیٰ و یحیاہ کو دیکھا
دو گام بڑھے تھے کہ ید اللہ کو دیکھا

پہونچا یونہی جب چرخ پہ عالم کا شہنشاہ　　آنکھوں کو نظر آیا جمال اسد اللہ
جب ساتویں گردوں پہ گئے سید ذیجاہ　　خالق کی وہ صنعت نظر آئی کہ کہا واہ
جو حق کے مقرب تھے وہ تعظیم کو اُٹھے
قدسی شہ لولاک کی تسلیم کو اُٹھے

ناگاہ یہ دیکھا کہ ہے اک منبر اعظم　　اُس پر ہے جواں اک صفت نور مجسم
جبرئیل سے پوچھا کہ ہے یہ کون مکرم　　کی عرض کہ پہچانئے اے قبلۂ عالم
سمجھے تھے نہ بھولے کہ امام ازلی ہیں
کچھ بڑھ کے محمدؐ نے جو دیکھا تو علی ہیں

واں سے جو بڑھے جانبِ حبیب سوزِ سجاہ — میدانِ جہنم نظر آنے لگا ناگاہ!
کیا آگ غضب کی تھی کہ تھرانے لگے شاہ — وہ شعلۂ سرکش تھے کہ الحفیظ اللہ
تصویر نگاہوں میں پھری قہرِ خدا کی
روئے بہت اور بخششِ امت کی دعا کی

جنت کی طرف آئے جو پیغمبرِ ذی شاں — دل محو ہوا دیکھ کے ہر صنعتِ یزداں
اک برق سی ناگاہ تڑپ کر ہوئی پنہاں — جبریل سے بولا یہ جھجک کر شہِ ذی شاں
خورشید کی تنویر تھی یا برقِ فلک تھی
آنکھوں میں چکا چوند ہے کیسی یہ چمک تھی

کی عرض کہ اے بادشہِ یثرب و بطحا — اک جاریہ حیدرِ کرار ہے اس جا
اس نے ابھی حضرت کا رخِ پاک جو دیکھا — خوش ہو کے ہنسی اور لبِ گلرنگ ہوئے وا
نے مہر کی نے برقِ درخشاں کی چمک تھی
مولا یہ اسی کے دُرِ دنداں کی چمک تھی

سدرہ کے قریں آئے جو با شوکت و اجلال — جبریل نے کی عرض کہ یا شاہ خوش اقبال
حد میری یہیں تک تھی بس اب مجھ میں نہیں حال — آگے جو بڑھوں یاں سے تو جل جائیں پر و بال
بولا یہ براق اب مری طاقت نہیں مولا
پرواز کی مجھ میں بھی لیاقت نہیں مولا

یہ ذکر تھا جو سامنے رفرف ہوا نازل — اسوار ہوئے شان سے اس پر شہِ عادل
ذی مرتبہ و عرش حشم حمد شمائل — کب اس کے سوا اور ہے تعریف کے قابل
جس راہ چلا تھا نہ براق ایک قدم بھی
تا حد اسی رستے میں لیا اس نے نہ دم بھی

دیکھی نہ کوئی چیز بھی جز پردۂ قدرت   تھرا گئے اعضا نظر آئی وہ جلالت
بڑھ کر جو ہوئے داب ادب مانع جرأت   نعلین جدا کرنے لگے پاؤں سے حضرت
آئی یہ ندا تو نہ ہو بے چین چلا آ
کیوں فکر ہو پہنے ہوئے نعلین چلا آ

سُن کر یہ صدا جسم کا لرزہ ہوا کچھ کم   پردے کے قریں آ گئے سردار دو عالم
بس اذن ملا بیٹھ گئے سر کو کئے خم   پر بھی یہی حیرت یہی تشویش تھی ہر دم
آواز یہ من جانب ربِ ازلی تھی
ارشاد تھا خالق کا مگر صوتِ علیؑ تھی

ناگاہ بڑھا پردے سے اک کاسۂ نعمت   آئی یہ ندا نوش کر اے فخرِ نبوت
کی عرض عیاں تجھ پہ ہے اس عبد کی عادت   ارشاد ہوا دوست ہے تو حق کو بشارت
یہ مرتبہ اے صاحبِ معراج ہے تیرا
غمگیں نہ ہو اللہ شریک آج ہے تیرا

یہ سنتے ہی گلرنگ خوشی سے ہوا چہرا   درگاہِ خدا میں سرِ تسلیم جھکایا
پردے کے ادھر ہاتھ یکایک ہوا پیدا!   خلوت میں سرِ دست نظر آیا یہ جلوا
کیفیت دستِ اسداللہ وہی تھی!
انگشتر انگشت یداللہ وہی تھی!

حیرت ہوئی احمدؐ کو تو پھر آئی یہ آواز   کونین میں حیدرؑ کو خدا نے کیا ممتاز
کیوں تو متعجب ہے یہ اللہ کے ہیں راز   ہے مظہرِ اسرارِ عجائب وہ سرافراز
منظور ہمیں رتبہ اعلائے علیؑ ہے
ہم کو وہی پیارا ہے جو شیدائے علیؑ ہے

یہ سُنکے پئے سجدہ جھکے احمدِ مختار   کی عرض ترا شکر ہی اے ایزدِ غفار
یہ اوج یہ عزت و شرف حیدرِ کرار   سجدے سے اُٹھے جب تو کھلا اور یہ اسرار
اللہ غنی مرتبے ان کے بھی بڑے ہیں
دیکھا کہ علی پہلوئے اقدس میں کھڑے ہیں

کیوں مومنو ہو پیش خدا جس کی یہ توقیر   افسوس ستم اُس پہ کرے ظالم بے پیر
جس شہ کو ولی اپنا کہے مالک تقدیر   اُس کے سر اقدس پہ چلے ظلم کی شمشیر
ممتاز ہو خالق کی جو درگاہ میں ہے ہے
خوں اُس کا بہے سجدۂ اللہ میں ہے ہے

ماہ رمضاں کی جو شب انیسویں آئی   گردوں پہ اُداسی غم و اندوہ سے چھائی
افطار سے فرصت جو ید اللہ نے پائی   تھوڑی سی غذا بعد نماز آپ نے کھائی
تھا ہوش نہ کھانے کا نہ پینے کا قلق میں
وہ رات بسر کرنے لگے طاعتِ حق میں

لکھا ہی نمایاں ہوئے جب صبح کے آثار   مائل ہوئے مشرق کی طرف حیدرِ کرار
فرمایا کہ صادق ہی تو اے صبح خوش اطوار   شاہد تجھے کرتا ہی علی بندۂ غفار
گر وقت فضیلت کا گنوایا ہو تو کہہ دے
سوتا ہوا مجھ کو کبھی پایا ہو تو کہہ دے

صد شکر کہ آخر ہوئی اب عمر کی مدت   نزدیک ہی اس دارِ محن سے مری رحلت
سجدے میں خدا کے ہی تمنائے شہادت   اے صبح بس اب تجھ سے علی ہوتا ہی رخصت
آلودۂ خوں جائیں گے گلزارِ جناں میں
تو ہم کو نہ اب ہم تجھے پائیں گے جہاں میں

داخل ہوئے جب خانۂ حق میں شہ عالی — مولا کے نہ احباب تھے واں اور نہ موالی
پر تین شقی سوتے تھے میدان تھا خالی — مکاروں کا سب مکر تو تھا آپ پہ حالی
ان سب کو پئے طاعت اللہ جگا کے
تجدید وضو کرنے لگے صحن میں آ کے

من بعد وضو کہہ کے توکلت علی اللہ — گلدستہ اقدسیہ گئے سرور ذیجاہ
مشتاق عبادت کا جو تھا قلب حق آگاہ — کس شان و تجمل سے اذاں دینے لگے شاہ
آواز وہ دلکش جو سنی شیر خدا کی
آنے لگی گردوں سے صدا صل علیٰ کی

فارغ جو اذاں سے ہوئے شاہنشہ ابرار — آئے سر سجادہ پئے طاعت غفار
جب سجدۂ اول میں گئے حیدر کرار — تلوار کا اک شخص نے مولا پہ کیا وار
خم تھا سر پر نور جو احمد کے وصی کا
محراب پہ مسجد کی پڑا وار شقی کا

گھبرا کے گریزاں ہوا جب وہ ستمگر — آیا لیسر ملجم بدبخت و بداختر
سجدے سے نمازی کا اٹھا تھا نہ ابھی سر — وہ تیغ لگائی کہ بپا ہو گیا محشر
جو اس کی تمنائے دلی تھی وہ بر آئی
شمشیر ستم آلود جبیں تک اتر آئی

تلوار کا سجدے میں لگا زخم جو کاری — خوں فرق مبارک سے ہوا خاک پہ جاری
تھا صبر کا پابند جو وہ عاشق باری — کچھ منہ سے نہ فرمایا بجز شکر گزاری
مشتاق جو تھا قلب حزیں قرب خدا کا
ہر مرتبہ نعرہ تھا رضینا بقضا کا

بسمل سے تڑپتے تھے شہنشاہ دو عالم فوارۂ خوں چھوٹتا تھا فرق سے ہر دم
گھبرا کے جو اٹھ بیٹھتے تھے بادل پر غم دامن پہ ٹپکتا تھا لہو ریش سے پیہم
تھا نیرہ و تار یک جہاں روئے نکو میں
ڈوبی تھی قبائے تن پر نور لہو میں

سر پیٹ کے ناگاہ یہ جبرئیل پکارے اے وائے علیؑ خانۂ حق میں گئے مارے
زخمی ہوا سر تیغ سے مرشد کا ہمارے بے آس ہوئے احمد مختار کے پیارے
مجروح ہوا میر عرب طاعت حق میں
خورشید زمیں ڈوب گیا خوں کی شفق میں

افسوس گرا کنگرۂ عرش الٰہی صد حیف کہ آج آئی زمانے پہ تباہی
اک زلزلہ ہے ماہ سے تا مسکن ماہی زخمی وہ ہوا تھی جسے کونین کی شاہی
عابد کو عبادت میں جفا کار نے مارا
داماد پیمبر کو ستمگار نے مارا

قاتل کو ستمگار نے ذرا رحم نہ آیا مرقد میں شہنشاہ رسالت کو رلایا
اٹھتا ہے زمانے سے ید اللہ کا سایا اندھیر ہے کعبے کا چراغ آج بجھایا
آلودۂ خوں سرور نامی ہوا ہے ہے
مسجد میں علم دیں کا سلامی ہوا ہے ہے

۷۸۶

مرثیہ

در حال حضرت سید الشہدا علیہ السلام

مطلع

یارب سخنوری کا مرے سر کو تاج دے

(بند ۱۰۷)

یارب سخنوری کا مرے سر کو تاج دے سکّہ کو ضرب تیغ زباں کے رواج دے
فردوسی و نظامی و بو نصر باج دے وہ زمزمے عطا ہوں کہ بلبل خراج دے
لب دُر فشاں ہو کانِ جواہر دہن بنے
مُنہ سے جھڑیں وہ پھول کہ مجلس چمن بنے

یارب نہ آفتاب سخن کو زوال ہو ذرہ نہ جس میں نقص رہے وہ کمال ہو
ایک ایک لفظ حُسن میں یوسف جمال ہو نغموں کا رنگ ڈھنگ عدیم المثال ہو
وہ چہچہے کروں چمن روزگار میں!
بُلبُل کہے کہ ہم بھی بکتا ہزار میں!

خالی نہ ہو متاع سخن سے دکاں مری ہر فصل میں بہا تیز ہو جنس گراں مری
دریا سے بھی بڑھی رہے طبع رواں مری ہر ڈوب جوہروں سے ہو تیغ زباں مری
تنویر آفتاب سخن چار رشتہ رہے
گوہر وہ دے کہ جس میں مرثیا آبرو رہے

شیرینیِ سخن سے فصیحوں کے لب ہوں بند — مضموں کی تازگی سے حلاوت ہو بہرہ مند
صدقے ہو بات بات پہ شہد و نبات و قند — لذت شکر کی کھیر نہ سخنور کریں پسند
کوثر کے جام آئیں نظر دستِ حور پر
عالم ہو جوئے شیر کا بین السطور پر

اس آب و تاب سے ہو ثنائے امام دیں — کھل جائیں سن کے غنچہ دلہائے مومنیں
قدسی درود پڑھ کے پکاریں کہ آفریں — خود خرمن سخن ہو فصاحت سے خوشہ چیں
دریائے مدح سے جو زباں کامیاب ہو
فرمانروائے ملک فصاحت خطاب ہو

گو سب پری سے صورت عنقا ہوں بے نشاں — تو نام دے تو زیر نگیں ہوئے سب جہاں
تو نے زباں کو نطق دیا نطق کو زباں — ممتاز کر کہ ہوں فصحا میرے مدح خواں
ناداں ہو فکر کچھ جسے انجام کی نہیں
قاصر ہو مدح میں تو زباں کام کی نہیں

قرباں مدح گوئی سلطانِ بحر و بر — ملتا ہے ایک بیت کے بدلے جناں میں گھر
دل تھرتھرا رہا ہے کہ رستا ہے پُر خطر — داماں اہلبیت خطا پوش ہے مگر
سیریں کریں گے گلشن عنبر سرشت کی
یہ مرثیہ نہیں ہے سند ہے بہشت کی

ساقی پلا دے بادۂ خمخانۂ کرم — دل جس کی آب و تاب سے ہو رشک جام جم
افزوں ہو نشہ جوش طبیعت ہو دمبدم — جلوے دکھائے باغ جناں گلشن ارم
حب علیؑ کا جوش ہو کوثر کی چاہ ہو
بہکوں نہ گر صراط سے باریک راہ ہو

جب چرخ اخضری پہ ہوا اہتمام صبح　　پہونچا جہاں میں چار طرف فیض عام صبح
خوشبو تھا بوئے باغ ارم سے مشام صبح　　لبریز تھا صبوح صباحت سے جام صبح
زہاد دانہ پاش تھے عقبیٰ کی کشت میں
دنیا میں تھا بہشت تو دنیا بہشت میں

سبزہ تھا یا کہ فرش زمرد نگار تھا　　شاخیں جھکی ہوئی تھیں یہ پھولوں کا بار تھا
نرگس کو جام وحدت حق کا خمار تھا　　دل خود بخود بہار کا باغ و بہار تھا
کس شوق سے گلوں کے دہن چوم چوم کے
سبزے کو روندتی تھی صبا جھوم جھوم کے

کثرت گلوں کی تھی کہ ستاروں کی انجمن　　آپس میں ہمکنار تھے نسرین و نسترن
سنبل نے کھول دی تھی اُدھر زلف پُرشکن　　دکھلا رہے تھے کبک ادھر ناز کا چلن
طاعت میں ساکنان سرائے سپنج تھے
یاد خدا میں مرغ چمن نغمہ سنج تھے

طائر تھے مست دیکھ کے وہ صنعت کریم　　ایک ایک گل تھا رشک گل جنت النعیم
آتی تھی جب مشام سے وہ جانفزا شمیم　　جا جا کے گرد پھرتی تھی ہر پھول کے نسیم
لبریز تھے گلوں کے کٹورے گلاب سے
نرگس خراج مانگتی تھی آفتاب سے

صنعت تھی کردگار کی ہر پھول سے نمود　　تھا کوئی سُرخ زرد کوئی تھا کوئی کبود
مٹی میں تھی وہ بو کہ جلے سوز غم سے عود　　جنگل میں یہ مہک تھی کہ خوشبو الٹھے ورود
کوشش وہ ابر کی تھی نہ دریا کا فیض تھا
یہ سب ریاض فاطمہ زہرا کا فیض تھا

تھی شاخ گل پہ بلبل شیدا کی یہ صدا قائم رہے جہاں میں گل باغ مصطفیٰ
تیغ خزاں سے اُن کو بچائے رہے خدا اب پنجتن میں کون ہے شبیر کے سوا
باغ جہاں ہو اور محمد کا لال ہو
مانند سبزہ اُن کا عدو پائمال ہو

تھی نہر علقمہ بھی لطافت میں لاجواب شرمندہ جس کی آب سے تھی موتیوں کی آب
زبا صفا سے چشم کو تھی دید کی نہ تاب دل مضطرب تھے دیکھ کے موجوں کا اضطراب
بے آب تھی جو آل رسالت مآب کی
تھی آنکھ ڈبڈبائی ہوئی ہر حباب کی

تھا اُس کے گھاٹ پر عمل فوج بد گہر مجمع یہ تھا کہ پیک نظر کا نہ تھا گزر
گھوڑوں کو اپنے کرتے تھے سیراب اہل شر چھڑکاؤ رن میں ہوتا تھا پیتے تھے جانور
افراط واں تھی پانی کی ساماں تھے چین کے
یاں العطش کا شور تھا گھر میں حسین کے

تھا اہتمام جنگ میں مشغول ہر بشر نیزہ کوئی سنبھالتا تھا اور کوئی تبر
خود و زرہ پہن رہا تھا کوئی خیرہ سر کستا تھا قتل آل نبی پہ کوئی کمر
کہتا تھا کوئی تیغ کے جوہر دکھاؤں گا
زہرا کے نور عین کا سر کاٹ لاؤں گا

تیغوں کو تیز کرتے تھے وہ بانی جفا اور واں خیام میں تھے ادھر خاصۂ خدا
قرآن پڑھ رہا تھا کوئی اور کوئی دعا تسبیح تھی کہیں کہیں تکبیر کی صدا
الفت تھی بسکہ بندگی بے نیاز سے
اُٹھے نہ تھے امام اُمم جانماز سے

ناگاہ تیر آئے کئی جانب امام
سجدے میں سر جھکا کے اٹھا وہ فلک مقام
داخل ہوئے جو خیمے میں با عز و احتشام
آنکھوں میں اشک بھر کے یہ سب سے کیا کلام
اے بی بیو قریب ہے رحلت حسینؑ کی
اس قافلہ سے آج ہے رخصت حسینؑ کی

خیمے میں حشر ہو گیا سنتے ہی یہ خبر
سیدانیاں تڑپ کے اٹھیں سب برہنہ سر
بانو بھی بے حواس و پریشان و نوحہ گر
زینبؑ گلے لپٹ کے پکاری بچشم تر
بھیا خبر جو کوچ کی اپنے سناتے ہو
خواہر کو کس کے آسرے پر چھوڑے جاتے ہو

آنکھوں میں اشک بھر کے یہ بولے شہ امم
لازم ہے تم کو صبر فزوں اضطراب کم
ہر دکھ میں شکر چاہیئے بندے کو دم بدم
سر پر خدا تو ہے جو نہ ہوں گے جہاں میں ہم
زہراؑ جہاں میں اٹھ نہ گئیں کیوں نبیؐ کے ساتھ
دنیا میں کوئی مر نہیں جاتا کسی کے ساتھ

صبر و رضا ہمارے گھرانے کا ہے چلن
فرقت ہماری تم بھی گوارا کرو بہن
باندھی گلوئے حیدر کرار میں رسن
کیا کیا نہ والدہ پہ ہوئے صدمۂ محن
گزرے نہ جو کسی پہ وہ ظلم و ستم رہے
پھر سب خدا کی راہ میں ثابت قدم رہے

روشن تو ہے دو رنگی عالم کا سب یہ حال
شادی کبھی بشر کے لیے ہے کبھی ملال
دنیا میں ہر کمال کو ہے اک دن زوال
گردوں پہ چاند بدر کبھی ہے کبھی ہلال
جس آفتاب سے ہے شرف کائنات کو
دن کو فلک پہ خاک کے نیچے ہے رات کو

خنداں جو گل تھے صبح کو بالائے شاخسار
افتادہ خاک پہ انھیں دیکھا ہزار بار
بے برگ ہے درخت کوئی کوئی میوہ دار
ہنستے ہیں پھول باغ میں گریاں ہے آبشار
گلزار میں بہار کبھی ہے خزاں کبھی!
بلبل کے چہچہے ہیں کبھی اور فغاں کبھی

فرما کے یہ بہن سے مڑے شاہ دیں پناہ
حسرت سے روئے بانوئے بیکس پہ کی نگاہ
بیہوش تھی کوئی کوئی روکے ہوئے تھی راہ
ماتم کا تھا یہ شور کہ ہلتی تھی بارگاہ
بانو کا سر تھا پائے شہ مشرقین پر
ہر ایک رو رہا تھا سکینہؑ کے بین پر

دامن قبا کا تھامے ہوئے با دل حزیں
روتی تھی زار زار دھرے منہ پہ آستیں
آنکھیں تھیں سرخ زرد تھے رخسار نازنیں
تھی ضد یہی کہ جاؤ نہ خیمے سے تم کہیں
اماں کی گود میں نہ مجھے چین آئے گا
چھاتی پہ کون پیار سے مجھ کو سلائے گا

الفت وہ میری کیا ہوئی یا شاہ دیں پناہ
کس بات پر خفا ہوئے کیا ہے مرا گناہ
لطف و کرم ہے آج نہ وہ پیار کی نگاہ
بیٹی کو چھوڑے جاتے ہو تم بابا جان واہ
صغراؑ تھیں وہ کہ رہ گئیں محروم ساتھ سے
دامن حضور کا میں نہ چھوڑوں گی ہاتھ سے

آواز رات بھر یہی آئی ہے بار بار
ہے ہے نہ اب بچے گا محمدؐ کا یادگار
بس اتنی شب کا اور ہے مہمان ذوالفقار
حلق حسینؑ صبح کو ہے اور چھری کی دھار
کل دولت بتولؑ کے لٹنے کا روز ہے
کل باپ سے سکینہؑ کے چھٹنے کا روز ہے

بابا برائے خالق اکبر نہ جائیے نیزے لیے کھڑے ہیں ستمگر نہ جائیے
تاراج ہوگا فاطمہؑ کا گھر نہ جائیے مر جائے گی یہ بیکس و مضطر نہ جائیے
حضرت جو آج داغ جدائی دکھائیں گے
پھر بابا جان کہہ کے کسے ہم بلائیں گے

بیٹی سے رو کے کہنے لگے شاہ بحر و بر ان بھولی بھولی باتوں پہ صدقے ہو پدر
آنکھیں ہیں سرخ جسم ہے سارا عرق میں تر رو و نہ اب کہ ہوتا ہے ٹکڑے مرا جگر
منھ سے جو درد و رنج کی باتیں نکلتی ہیں
چھریاں الم کی میرے کلیجے پہ چلتی ہیں

تم کو کبھی نہ چھوڑ کے جاتا یہ دل فگار مجبور پر قضا سے ہے احمدؐ کا یادگار
بندہ ہوں جس کا اس نے بلایا ہے میں نثار اس میں نہ میرا بس نہ تمھارا ہے اختیار
جائے ادب ہے سر سے گزرنے کا وقت ہے
مہلت نہ بات کی نہ ٹھہرنے کا وقت ہے

لو الوداع جاتے ہیں فرصت بہت ہے کم سہ لیجیو تم یہ بعد ہمارے ہوں جو ستم
جاگی ہو شب کی سو رہو ماں پاس کوئی دم گھبرائیو نہ جلد بلا لیں گے تم کو ہم
ایسے تو ہم نہیں کہ تمھیں بھول جائیں گے
بی بی تمھارے لینے کو ہم آپ آئیں گے

سمجھاتے تھے سکینہ کو شاہ فلک مقام باہر سے آئے اتنے میں عباسؑ نیکنام
کی عرض اب بڑھی چلی آتی ہے فوج شام فرمائیں گر حضور تو روکے انھیں غلام
پیاسوں پہ حکم عام ہے باران تیر کا
رخ جانب خیام ہے فوج شریر کا

یہ بات سُن کے بادشہ بحر و بر چلے　　پیچھے حرم رسولؐ کے سب ننگے سر چلے
بہنیں پکارتی تھیں کہ بھیا کدھر چلے　　رو کر سکینہؑ کہتی تھی ہی ہے پدر چلے
غل تھا جہاں سے کوچ ہے زہراؑ کے ماہ کا
لُٹتا ہے آج باغ رسالت پناہ کا

سمجھا کے اہلبیتؑ نبیؐ کو شہ انام　　خیمے کے در پہ آئے بصد عزّ و احتشام
لشکر میں غل ہوا کہ برآمد ہوئے امام　　صف باندھ کر کھڑے ہوئے غازی پئے سلام
در تک پہونچ کے قبلۂ کونینؑ رک گئے
انصار سب حضور کے مجرے کو جھک گئے

دے کر جواب سب کو بصد لطف و احترام　　مانگا سوار دوش محمدؐ نے خوش خرام
حاضر ہوا حضور میں شبدیز تیز گام　　دامن کمر میں رکھ کے بڑھے شاہ خاص و عام
پایا شرف جو فاطمہؑ کے نور عین سے
آنکھیں ملیں رکابوں نے پائے حسینؑ سے

بیٹھے جو صدر زیں پہ شہ آسماں جناب　　ثابت ہوا کہ تخت ہوا پر ہیں بوتراب
یا جلوہ گر ہے اشہب گردوں پہ آفتاب　　یا خود بُراق پر ہیں رسولؐ قمر رکاب
گلدستہ یا بہشت کا ہے دست حور پر
یا نور کبریا کی تجلی ہے طور پر

آگے بڑھا جو شاہ دو عالم کا راہوار　　بڑھ بڑھ کے اپنے گھوڑوں پہ غازی ہوئے سوار
تھی گرد فوج بیچ میں سُلطان ذی وقار　　گویا تھا نور ماہ ستاروں میں آشکار
جب کی نگاہ آل محمدؐ کی شان پر
قدسی دُرود پڑھنے لگے آسمان پر

اللہ ری شوکت و حشم لشکر اِلٰہ ! ایک اک ہنر بر ملک شجاعت کا بادشاہ
تیغیں وہ آبدار کہ اللہ کی پناہ چل جائیں برچھیاں جو کریں قہر کی نگاہ
سر بر نہ رستم اُن سے نہ افراسیاب ہو
نعرہ کریں تو شیر کا زہرا بھی آب ہو

گھوڑوں پہ قاسمؑ و علی اکبرؑ اِدھر اُدھر یہ رشک آفتاب تو وہ غیرت قمر
یوسف جمال ایک بھتیجا تھا اک پسر مڑ مڑ کے دیکھتے تھے اُنھیں شاہ بحر و بر
تھی چرخ تک رخوں کی تجلّی بدن کا نور
گھیرے تھا شش جہت کو حسینؑ و حسنؑ کا نور

زینبؑ کے دونوں لال تھے گو عمر میں صغیر پر رعب تھا کہ کانپتے تھے سب جوان و پیر
وہ چتونیں کہ ڈر سے نہتن ہو گوشہ گیر مژگاں ہلے تو فوج پہ چل جائیں لاکھ تیر
سب خلق اک طرف ہو تو کب مانتے تھے وہ
جانبازیوں کو کھیل سدا جانتے تھے وہ

تھے جاں نثار بادشہ آسماں وقار نازک مزاج رشک چمن سرو رود بار
وہبؑ و زہیرؑ و قینؑ و حبیبؑ وفا شعار جنگ آزما دلیر و وفادار و نامدار
اس طرح کے رفیق کسی کو ملے نہ تھے
شبیرؑ کو شیر حق کو نبیؐ کو ملے نہ تھے

اللہ ری رفعت علم فوج حیدری جس جا ہمائے وہم کرے عجز بے پری
طوبیٰ کو کیونکہ اس سے ہو دعوائے ہمسری گویا لباس سبز میں ہی جلوہ گر پری
بیعت کرے گا وہ جو ہو طالب ثواب کا
تھا اس علم کے پنجہ میں ہاتھ آفتاب کا

رایت وہ اور وہ شوکتِ عباسِ نوجوان — ظاہر ہو جس سے شیرِ الٰہی کی آن بان
آجائے غیظ میں تو جنوں کی بچے نہ جان — نعرے سے آب ہو جگرِ شیرِ آسماں
جب دیکھتا ہے دور سے جوبن جناب کی
ہیبت سے جھپکی جاتی ہے آنکھ آفتاب کی

اس دبدبہ سے رن میں جو وارد ہوئے حضور — بوئے بہشت پھیل گئی رن میں دور دور
ہر سنگریزہ بن گیا رشکِ چراغِ طور — ہتھیاروں کی ضو سے بیاباں میں فرشِ نور
سر آسماں جھکائے تھا اُس سرزمیں پر
تاباں تھے آفتاب بہتّر زمین پر

ناگاہ فوج سے یہ کہا شمر نے کلام — ہاں ہر طرف سے تیر چلیں جانبِ امام
آمادۂ نبرد ہوئی جب سپاہ شام — غیظ آگیا بگڑ گئے شیرانِ تشنہ کام
لے لے کے اذنِ جنگ شہِ نامدار سے
کیا کیا لڑے سپاہ ضلالت شعار سے

بیجاں ہوئے جو رن میں رفیقانِ خوش سیر — قرباں ہوئے امام پہ مسلم کے دو پسر
بعد اُن کے بھانجوں نے کیا خلق سے سفر — قاسم چھٹے تو شاہ کا ٹکڑے ہوا جگر
بازو کا زور داغِ برادر سے گھٹ گیا
سب تن کا خوں غمِ علی اکبر سے گھٹ گیا

یہ دو الم تھے سخت پئے شاہِ انس و جاں — بھائی کا داغ ماتمِ فرزندِ نوجواں
اک بار ٹوٹ پڑے جو یہ دو غم کے آسماں — خم ہو گئے امامِ اُمم صورتِ کماں
مشکل تھا ضبط پھر شہِ گردوں سریر سے
جب حلق چھد گیا علی اصغر کا تیر سے

تنہا تھے ان کے بعد امام فلک حشم — نے فوج ساتھ تھی نہ علمدار نے علم
لیکن جلو میں شوکت و اقبال تھے بہم — نصرت ادب سے چومتی تھی دمبدم قدم
کہتا تھا صبر عبد شہ خوش نہاد ہوں
ہمت پکارتی تھی کہ میں خانہ زاد ہوں

رُخ سے عیاں تھا حیدرِ کرار کا جلال — فرطِ غضب سے دیدۂ حق بیں تھے لال لال
اُلٹے تھے آستیں جو شہنشاہِ خوش خصال — کاٹھی سے اُلگی پڑتی تھی شمشیر بے مثال
تیوروں میں طور تھا اسدِ کردگار کا
ہوتا تھا ابروؤں پہ گماں ذوالفقار کا

کاندھے پہ ڈھال دستِ مبارک میں ذوالفقار — سر پر عمامہ دوش پہ گیسوئے تابدار
بر میں قبائے پاک رسولِ فلک وقار — جس پر قمیصِ یوسفِ گُل پیرہن نثار
خوشبو سے تن کی پھولوں میں کپڑے بسے ہوئے
پٹکے سے مرتضیٰ کے کمر کو کسے ہوئے

آئینہ جبینِ منور ہے بے مثال — ناقص ہی جس کے سامنے مہتاب کا کمال
خورشید اس سے آنکھ ملائے یہ کیا مجال — ذرہ ہے وہ یہ مطلعِ انوارِ ذوالجلال
تنویر کچھ بڑھی ہوئی ہے برقِ طور سے
فق ہو گیا ہے روئے سحر اس کے نور سے

لوحِ جبیں سے زینتِ عنوانِ حسن ہے — خطِ سیاہ حاشیۂ قرآنِ حسن ہے
بیت ابروؤں کی مطلعِ دیوانِ حسن ہے — چشمِ سیاہ نرگسِ بستانِ حسن ہے
مژگاں نہیں ہیں چشم کی زینت کے واسطے

تشبیہ چشم اقدس شاہِ فلک وقار — سوجھی اگر تو عین عنایاتِ کردگار
کیا اس کے سامنے گُلِ بادام کا وقار — ہاں دیدۂ غزالِ ختن بھی ہے شرمسار
گردش جو پتلیوں کو ہے اس گیر و دار میں
گویا ٹہلتے پھرتے ہیں ضیغم کچھار میں

ہیں غیرتِ گلاب عذارِ شہِ زمن — بلبل ہو جس کو دیکھ کے پھولوں نغمہ زن
نسریں ہیں نازکی میں تو خوشبو میں یاسمن — رنگ ایسا خار دکھائے جسے دیکھ کر حسین
گُل ہے یہ ریش دیکھ کے رُخ پر خضاب کے
ریحان اُگا ہے گردِ گُلِ آفتاب کے

نعرہ زباں پہ ہے کہ انا اشرف العرب — نانا رسولِ حق ہیں تو بابا ولی رب
آتی ہیں یاں خیال میں فوجیں کسی کی کب — میرا جلال قہر ہے اللہ کا غضب
ہے بازوؤں میں زور شہِ قلعہ گیر کا
وارث ہوں ذوالفقار جنابِ امیر کا

میں شہسوارِ دوشِ رسولِ انام ہوں — سلطانِ دیں ہوں شافعِ روزِ قیام ہوں
زیبِ قدم ہے عرش وہ عالی مقام ہوں — مختارِ سلسبیل ہوں اور تشنہ کام ہوں
وہ فاقہ کش ہوں میں جسے پانی ملا نہیں
دیکھو مگر زباں پہ کسی کا گلا نہیں!

ہم نفسِ کبریا سے ہیں مختارِ کائنات — دونوں جہاں میں سب سے ہے بالا ہماری ذات
نازاں عبث ہو اس پہ کہ قبضے میں ہے فرات — چاہیں تو اس زمیں پہ بہے چشمۂ حیات
منہ کر کے سوئے چرخ جو طالب ہوں آب کا
لائے مسیح بھر کے قدح آفتاب کا

بتلاؤ کس کے ناز خدا نے اُٹھائے ہیں
ہم کو ملے جو کچھ وہ شرف کس نے پائے ہیں
روح الامیں نے کس کے لیے پر بچھائے ہیں
کھُلتے بہشت کے کسے دنیا میں آئے ہیں
کس سے جہاں میں رونق اسلام ہو گئی
خاطر سے کس کی دن کی عوض شام ہو گئی

میں عالم علوم خدائے قدیر ہوں
سرتاج عرش ہوں شہ گردوں سریر ہوں
مختار ذوالفقار جناب امیر ہوں
دل ہی غنی اگرچہ بہ ظاہر فقیر ہوں
مال جہاں کبھی نہ سما یا نگاہ میں
سر بخش دوں جو سلے کوئی خالق کی راہ میں

قطرے کو غیرتِ دُرِ غلطاں کروں ابھی
پتھر کو رشکِ لعلِ بدخشاں کروں ابھی
چاہوں تو سنگریزے کو مرجاں کروں ابھی
مشکل کوئی اگر ہی تو آساں کروں ابھی
عالم کا پیشوا ہوں شہ مشرقین ہوں
حلّال مشکلات کا میں نور عین ہوں

جس وقت کہہ چکے یہ امام فلک سریر
اک بار فوج شام کی جانب سے آئے تیر
آیا جلال میں پسر شاہ قلعہ گیر
فرمایا دیکھ کر طرف لشکر شریر
سب وعظ و پند ختم ہی حجت تمام ہی
لو اب علیؑ کی تیغ ہی اور قتل عام ہی

کھینچی یہ کہہ کے شیر نے شمشیر مرتضیٰ
بجلی چمکی فلک یہ ہلا دشت کربلا
دہشت سے بحر و بر میں تلاطم ہوا بپا
بھاگے طیور تھم گئے چلتی ہوئی ہوا
پایا جو غیظ میں پسر بوتراب کو

ناگاہ حملہ ور ہوئے شاہ فلک مقام ٹوٹیں صفیں بگڑ گیا لشکر کا انتظام
بادل کی طرح پھٹ گیا ابر سپاہ شام کوندی مثالِ برق ید اللہ کی حسام
دہشت سے ایک ایک کا دل تھر تھرا گیا
آنکھوں میں ناریوں کی اندھیرا سا چھا گیا

کٹ کر کسی کی تیغ کسی کی سناں گری پیکاں کٹے قلم ہوئے ترکش کماں گری
جل جل گئے پرے جدھر آئی جہاں گری کوندی ادھر وہ گھاٹ پہ چمکی وہاں گری
حملوں سے فوج اہل ستم کانپنے لگی
ضرب گراں سے گاؤ زمیں ہانپنے لگی

قبضہ وہ جس سے مرگ مفاجات ہم قسم چم خم وہ جس کے سامنے نصرت کا سر ہو خم
نا ہیں وہ جو دکھائیں رہ منزل عدم دم وہ کہ خون پیتی تھی اعدا کا دمبدم
نیزے قلم تھے حال یہ تھا اُس کی دھار کا
لوہا ہر ایک مان گیا ذوالفقار کا

بجلی تھا ذوالجناح امام فلک جناب ہر سم تھا جس کا غیرت مہتاب و آفتاب
مثل براق راہ رو جادۂ ثواب رفتار میں جو کبک تو پرواز میں عقاب
نعل اُس فلک شکوہ کے چاروں ہلال تھے
نقش قدم سے رن میں ہزاروں ہلال تھے

اس کی نظر میں وسعت گردوں بہت ہی کم لاتا ہی دمبدم خبر منزل عدم
گرما گیا تھا بسکہ وہ شبدیز خوش قدم تن سے عرق زمیں پہ ٹپکتا تھا دمبدم
قطروں پہ تھا گماں گہر آبدار کا
چھڑکاؤ چار سمت تھا عطر بہار کا

خامہ لکھے جو گھوڑے کی چالاکیوں کا ڈھنگ　　دو گام چل کے پائے کمیتِ قلم ہو لنگ
طبعِ رسا قصور کرے فکر ہو تنگ!　　ٹھہرے نہ ذہن میں کبھی مضمونِ نو کا رنگ
نکتہ ہر ایک غیرتِ چشمِ غزال ہو!
حرفوں میں یہ تڑپ ہو کہ بندش محال ہو

شہ نے جلالِ ضیغمِ یزداں دکھا دیا　　گھوڑے نے اوجِ تختِ سلیماں دکھا دیا
خشکی میں آبِ تیغ نے طوفاں دکھا دیا　　دشتِ بلا میں حشر کا ساماں دکھا دیا
خوں سے زمیں گرم یہ چھڑکاؤ کر دیا
دم بھر میں ساری فوج کا ستھراؤ کر دیا

آندھی کسی جگہ کہیں سیلِ فنا بنی　　موذی کے مارنے کو کہیں اژدہا بنی
لینے کو نقدِ جاں کہیں دستِ قضا بنی　　غل تھا کدھر کو جائیں کہ جانوں پہ آ بنی
نازل ہوا قہر فوجِ ضلالت شعار پر
بھاگو کہ رن چڑھا ہوا ہے ذوالفقار پر

دکھلائی رن میں تیغ کے پھل نے عجب بہار　　دشتِ نبرد ہو گیا رشکِ لالہ زار
جاری تھی خوں کی نہر کہیں مثلِ رود بار　　زندہ تھے جتنے موت تھی اُن کے گلو کا ہار
تھرا رہے تھے خوف سے ناری ہٹے ہٹے
اشجار باغ کیں تھے ہزاروں کٹے ہوئے

اونچی ہوئی جو وہ تو سر اک پست ہو گیا　　آہوئے چیں سمند دمِ جست ہو گیا
بے سر ہوا کوئی کوئی بے دست ہو گیا　　جام مئے اجل سے کوئی مست ہو گیا
بدکیش بھاگنے پہ کمر بستہ ہو گئے

دوڑی وہ جس پرے کی طرف بھیڑ چھٹ گئی		آتی ہوئی ہوا بھی اُدھر سے پلٹ گئی
کوندی تو مارے شرم کے بجلی بھی کٹ گئی		چمکی ادھر تو موت اُدھر ڈر کے ہٹ گئی
تھا بس کہ خوف تیغ شہ حق شناس سے
سایا بھی دُور بھاگتا تھا اس کے پاس سے

کرتی تھی تیغ دلبرِ مشکل کُشا جدا		دم تن سے تیغ ہاتھ سے سر سے گلا جدا
رُوح و تن و سر و کمر و دست و پا جدا		تھیں سب کتاب کفر کی فصلیں جدا جدا
عقدہ دغا کا ناریوں پہ سر بسر کھُلا
آنکھیں ہوئیں جو بند تو باب سقر کھُلا

ٹکڑے تھے اس کی ضرب سے دشمن ہزار ہا		بے جاں پڑے ہوئے تھے قوی تن ہزار ہا
کوتل تباہ پھرتے تھے توسن ہزار ہا		خوں میں تپاں تھے صاحب جوشن ہزار ہا
دُکھ تھا پس از فنا بھی تن پاش پاش کو
گھوڑے انھیں کے روندتے تھے ان کی لاش کو

ہر ضرب میں قلم تن اعدا تھے سر بسر		گرتے تھے و منہدم شجر کفر کے ثمر
زرہیں پھنسی ہوئی تھیں چھدے تھے دل و جگر		رکھتی تھی تیغ پنجۂ داؤد کا اثر
کاٹے عنان و تیر و تبر اس کی دھار نے
فولاد موم کر دیا تھا ذوالفقار نے

جب لڑتے لڑتے تھم گئے سلطان باکرم		رخصت ہوئے جلال و حشم چو عم کر قدم
دیکھا جو اُس ولی نے کہ دن اب بہت ہی کم		خوں پونچھ کر نیام میں کی تیغ برق دم
بادل کی طرح فوج سمٹ کر پھر آ گئی
بجلی جو تھم گئی تو سیاہی سی چھا گئی

آئے قریب جو توں کے تلواریں نابکار آقا کے منہ کو تکنے لگا مڑ کے راہوار
رو کر کہا کہ اے خلف شیر کردگار کیوں روک لی حضور نے شمشیر آبدار
تلواریں تولے رن میں پرے اشقیا کے ہیں
ان کو اماں نہ دیجئے یہ دشمن خدا کے ہیں

بولا یہ راہوار سے عالم کا دادرس کب تک وغا کروں میں لعینوں سے اے فرس
ہے تن کو زخم نیزہ و شمشیر کی ہوس اب جلد قطع ہوئے کہیں رشتہ نفس
شوق اجل میں قلب کی حالت عجیب ہے
وقت وفائے وعدہ طفلی قریب ہے

حضرت یہ کہہ رہے تھے فرس سے بحال زار جو ہر طرف سے ٹوٹ پڑی فوج ایک بار
دوڑے ہر ایک سمت سے بھاگے ہوئے سوار خورشید چھپ گیا یہ اٹھا دشت میں غبار
روکا سپاہ کفر نے رحمت کے باب کو
ابر سیہ نے گھیر لیا آفتاب کو

وہ فوج قاہرہ وہ سوار ان روم و شام وہ بیکسی وہ دھوپ کی حدت وہ اژدہام
نیزے وہ تیز وہ تبر و خنجر و حسام تنہا وہ اک گرسنہ و مظلوم و تشنہ کام
غل تھا کہ اب پناہ نہ دو اس دلیر کو
ہاں گھیر لو علی کے نیستاں کے شیر کو

غل اقتلو الحسین کا اٹھا جو ایک بار دوڑے برہنہ سر حرم شاہ نامدار
چلائی سر کو پیٹ کے زینب بحال زار لٹتا ہے گھر بتول کا یا شیر کردگار
کرتے ہیں ذبح اہل ستم میرے بھائی کو

چلا رہی تھی یاں ابھی زینبؑ اسیر غم ہونے لگا وہاں چمن مرتضےٰ قلم
پڑتے تھے ایک بیکس و تنہا پہ دمبدم گرز و سنان و تیغ و تبر خنجر ستم
خشکیدہ تھی زبان خدا کی زبان کی
ٹکڑے تھی جلد مصحفِ ناطق کی جان کی

واحسرتا حسینؑ کا وہ پھول سا بدن زہراؑ جسے پنھاتی تھیں شبنم کا پیرہن
چھاتی پہ جس کو رکھتے تھے محبوب ذوالمنن تلواریں اس کو مارتے تھے لاکھ تیغ زن
دل مضطرب تھے جان حزیں دردناک تھی
گل کی طرح قبائے بدن چاک چاک تھی

کیا تھر ہی وہ فرق شہنشاہ باوقار تکیہ تھا جس کا زانوئے محبوب کردگار
سردار خلق ملک شفاعت کا تاجدار شمشیر سے وہ تا بہ جبیں ہو گیا فگار
مارا جو گرز ایک کسی روسیاہ نے
صدمے سے سر جھکا دیا ہرنے پہ شاہ نے

گھوڑے پہ ڈگمگاتے ہیں سلطانِ ارجمند خوں بہہ رہا ہے چور ہے تیغوں سے بند بند
صدمہ ہے دل پہ تن پہ تعب روح پر گزند شدت ہے غش کی ضعف سے آنکھیں ہوئی ہیں بند
تیور بہت بگڑے ہوئے ہیں اُس جناب کے
قدموں سے نکلے جاتے ہیں حلقے رکاب کے

ناگہ فرس سے دوشِ نبیؐ کا مکیں گرا گویا زمیں پہ خاتمِ دنیا کا نگیں گرا
چلائی فاطمہؑ کہ مرا نازنیں گرا قدسی پکارے خاک پہ عرشِ بریں گرا
ایذا ہوئی سوا جو شہِ تشنہ کام کو
جنبش ہوئی مزارِ رسولِ انام کو

کم ہوگئی جہان کی رونق جو یک بیک گیتی کو زلزلہ ہوا تھرا گئے فلاک
سامان غم بپا ہوا گردوں سے تا سمک سر پیٹتے تھے چاک گریباں کئے ملک
عالم کے دل سے عیش فراموش ہوگیا
کعبہ انھیں غموں سے سیہ پوش ہوگیا

رہتی ہے قبلہ رو تھا دو عالم کا مقتدا آنکھیں تھیں بند اور تھی خالق سے یہ دعا
کس منھ سے اے کریم ترا شکر ہو ادا بخشا ہے تو نے مجھ کو شہادت کا مرتبا
یارب ترے رسولؐ کا دلدار ہے حسینؑ
اُمت کی مغفرت کا طلبگار ہے حسینؑ

پر تجھ سے التجا ہے یہ بندے کی اے کریم جائیں نہ میرے دوست سوئے آتش جحیم
تو غافر الذنوب ہے اور راحم و رحیم مقبول کر یہ عرض تو ہو فرحت عظیم
رہتا تھا بچپنے سے میں اس دن کی چاہ میں
سو سر ہوں تو نثار کروں تری راہ میں

مصروف تھا دعا میں دو عالم کا بادشاہ خنجر کو تیز کرکے بڑھا شمر روسیاہ
آیا قریب شاہ جو وہ دشمن الٰہ زانو سے دابا مُصحف ایماں کو آہ آہ
رونق مٹی جو خانہ دنیا و دین کی!
تھامیں ملائکہ نے طنابیں زمین کی!

بیٹھا شقی جو سینہ اقدس پہ ایک بار گھبرا کے غش سے چونک پڑے شاہ نامدار
فرمایا تب یہ شمر سے ظالم جفا شعار مُنھ خشک ہے عطش سے مرا دل ہے بیقرار
پھنکتا ہے قلب پیاس بُجھا دے تو ذبح کر
پانی ذرا سا مجھ کو پلا دے تو ذبح کر

یہ سُن کے پھیرنے لگا خنجر وہ بدگہر — نکلیں رسول زادیاں خیمے سے ننگے سر
ماتم کا غل یہ تھا کہ لرزتے تھے دشت و در — اک شور تھا کہ لُٹتا ہے شیر خدا کا گھر
رانڈوں کے تھے یہ بین کہ اب بے ردا ہوئے
بچے پکارتے تھے کہ ہم بے پدر ہوئے

چلا رہی تھی پیٹ کے سر بنت مُرتضیٰ — ہے ہے شہید ہوتا ہے زہرا کا لاڈلا
کیونکر بچاؤں بھائی کو میں غم کی مبتلا — فریاد ظالموں کی کروں کس سے اے خدا
کیا ضد ہے ان کو فاطمہ زہرا کی جان سے
ہے ہے یہ کیا سلوک کیا میہمان سے

کہتی رہی یہ ڈیوڑھی پہ زینب جگر فگار — واں حلق سے گزر گئی تیغ ستم کی دھار
نیزے پہ رکھ کے سر جو چلا شمر نابکار — آئی صدا بہن کو یہ سرور کی ایک بار
ہم نے گلا کٹا دیا ہے جس کی راہ میں
زینب تمھیں دیا ہے اسی کی پناہ میں

شمر لعیں تو لے گیا فرق امام دیں — تڑپا کیا زمیں پہ ادھر جسم نازنیں
رنگ آسماں کا سُرخ تھا جنبش میں تھی زمیں — روتے تھے انبیائے سلف بادل حزیں
پٹکا سروں کو آدم و نوح و خلیل نے
تاج اپنے سر سے پھینک دیا جبرئیل نے

جلتی زمیں تھی اُڑ رہی تھی خاک بے شمار — کنکر کسی جگہ کہیں پتھر کہیں تھے خار
لاشے مجاہدوں کے وہ ہر جا بحال زار — کمسن کوئی جوان کوئی کوئی شیر خوار
چادر نہ تھی کسی کے تنِ پاش پاش پر
غربت نثار ہوتی تھی اک اک کی لاش پر

لکھا ہے راویوں نے یہ با چشم اشکبار — یعنی کہ بعد قتل امام فلک وقار
گردوں سے آئی رونے کی آواز ایک بار — اک شور تھا کہ ہائے محمدؐ کی یادگار
خوف خدا نہ پاس رسولؐ خدا کیا
ہے ہے ستمگروں نے ترا سر جدا کیا

ناگاہ آسمان سے اک محمل سیاہ — اُتری قریب لاشۂ سلطان عرش جاہ
تھی آگے آگے فوج ملائک بہ اشک و آہ — حُوران خُلد گرد تھیں با حالت تباہ
غل تھا کہ آج دفتر عالم اُلٹ گیا
سردار کائنات کا سر تن سے کٹ گیا

میدان کربلا میں عجب حشر تھا بپا — تھی دُور دُور فوج ملائک برہنہ پا
کہتے تھے سب مقرب درگاہ کبریا! — آنکھوں کو بند کر لو کہ یہ ہے ادب کی جا
افلاک ہل رہے ہیں زمیں تھرتھراتی ہے
بیٹی خدا کے دوست کی مقتل میں آتی ہے

پہونچی قریب لاش عماری جو ناگہاں — اک بی بی نکلی دل کو سنبھالے بصد فغاں
بر میں لباس ماتمی اور چشم خونچکاں — لیکن فروغ حسن نے روشن کیا جہاں
چھایا جو نور دشت میں خالق کے نور کا
دھوکا زمین کو ہونے لگا کوہ طور کا

نزدیک لاش آئی جو وہ آسمان جناب — غربت پسر کی دیکھ کے دل کو رہی نہ تاب
چلائی سر کو پیٹ کے با دیدۂ پُر آب — ہے ہے پڑا ہے خاک پہ فرزند بوترابؑ
نکلی ہوں اس الم میں کھُلے سر بہشت سے

ماں صدقے اے مسافر ملک عدم حسینؑ بیکس حسینؑ حامل ظلم و ستم حسینؑ!
ہے ہے ہوا بدن سے ترا سر قلم حسینؑ جائیں گے کس طرف ترے اہل حرم حسینؑ
جا کر وطن میں ہائے نہ آباد گھر کیا
صدقے گئی سفر میں جہاں سے سفر کیا

یہ گل سا جسم اور یہ جلتی زمیں حسینؑ کیونکر اٹھاؤں تجھ کو مرے نازنیں حسینؑ
واحسرتا کہ جسم کہیں سر کہیں حسینؑ کس نے تجھے مٹا دیا میرے حسین حسینؑ
پیاسا گلا کٹا کے جہاں سے گزر گئے
دنیا میں نام رہ گیا اور آپ مر گئے

اے واقف علوم خدا میں ترے نثار اے سالک طریق رضا میں ترے نثار
اے گوہر محیط وفا میں ترے نثار مذبوح تیغ ظلم و جفا میں ترے نثار
دی جان عاصیوں کی شفاعت کے واسطے
زہرا کا گھر لٹا گئے امت کے واسطے

اس بین سے جو رو دی وہ خاتون دو جہاں تھرایا عرش سرخ ہوا رنگ آسماں
روک اے وحید توسن خامہ کی اب عناں خالق سے کر یہ عرض کہ اے رب انس و جاں
گلچین بوستان غم پنجتن رہوں
جب تک ہے زیست ناظم ملک سخن رہوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرثیہ

در حال حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام

(حصۂ اول)

اے نظم ہاں مرقعِ دشتِ جدل دکھا

(بند)

اے نظم ہاں مرقعِ دشتِ جدل دکھا — جرأت کا جوش ہو وہ سماں بر محل دکھا
شکلِ ہجومِ خندق و بدر و جمل دکھا — آراستہ صفیں کی صفیں دل کے دل دکھا
دل خوف سے ہلیں وہ مسلّح سپاہ ہو
سامان رزم بزم میں پیش نگاہ ہو

حکم خدیوِ طبع یہ نافذ ہوا ہے اب — باندھے کمر سپاہ مضامیں بصد ادب
میداں میں افسرانِ معانی بھی ہیں طلب — باہم صفیں جمائے مرتب ہو فوج سب
جرأت پہ ایک ایک جواں ہو تُلا ہوا
آگے رہے نشانِ فصاحت کھُلا ہوا

میداں میں لو وہ آ گیا نیزہ بے قلم — اُمڈی وہ فوج وادی قرطاس پر بہم
باندھے گئے پرے کہ ہوا و عتر رقم — مجمع نہیں ہے لشکر مور و ملخ سے کم
اس پہ بھی اور فوجِ سخن آئے جاتی ہے

ہر بند سے نمود ہے سامانِ کارزار | ہر مصرعۂ درست پیادوں کی ہے قطار
نقطے ہیں یا اُٹھی ہوئی ڈھالیں ہیں بے شمار | لفظوں کی ہے نشست کہ گھوڑوں پہ ہیں سوار
کل معرکہ ہے سامنے ہر موشگاف کے
نیزے تُلے ہوئے ہیں کہ مرکز ہیں کاف کے

زیر و زبر ہیں ناوکِ سر کردہ کماں | ہیں پیش راہواروں کی گویا کنوتیاں
تشدید پہ ہے طرۂ دستار کا گماں | حرفوں کے سر پہ خود ہیں یا جزم ہیں عیاں
سطریں تمام شان دکھاتی ہیں موج کی
مد ہیں کہ بیرقیں نظر آتی ہیں فوج کی

جتنے الف ہیں آتے ہیں وہ خنجری نظر | ہر سین کی کشش ہے کہ تیغیں ہیں جلوہ گر
ہر میم شکل گرز اُٹھائے ہوئے ہے سر | نونِ کشیدہ ہیں کہ کمانیں ہیں سر بسر
ہر اک کا دل بڑھانے کو فوج کثیر میں
غُل ہے بڑھو بڑھو کا قلم کی صریر میں

حاسد یہ دل میں کہتے ہیں گھبرا کے یک بیک | سلطانِ ملکِ نظم ہے یہ کچھ نہیں ہے شک
منصف جو ہیں وہ کہتے ہیں چلا کے بے دھڑک | کرتے ہیں اس کی بادشہِ کربلا کمک
تحریر ہے کہ سرحدِ کاغذ سیاہ ہے
ایماں قلم کا ہے کہ سوادِ سپاہ ہے

لاریب اس سپاہ کی کثرت کا ہے یہ حال | پائے نہ جس کی حد کو کبھی شاطرِ خیال
گنجائش اس کی وسعتِ تصور میں ہے محال | تعداد جو سمجھے کوئی محاسب یہ کیا مجال
ہر چند کچھ شمار نہیں انتہا نہیں
پر لشکرِ یزید سے مجمع سوا نہیں

گھنگھور ہے گھٹا سی تہ گنبدِ کہن — اک جنگل آدمی کا ہے یا کربلا کا بن
گھاٹوں کے روکنے کو ہیں صف بستہ پلٹن — دریا کے پاس قہر کا دریا ہے موجزن
ہے شور دمبدم یہ سپاہ جہول کا
ڈوبے گا بحر خوں میں سفینہ رسولؐ کا

ایسی سپاہ کے لیے ضربیں ہوں وہ گراں — آجائے جن سے لشکرِ جن کی لبوں پہ جاں
ہو جائیں پست مرحبؔ و عنترؔ سے پہلواں — فوجِ ملائکہ میں اُٹھے شور الاماں
دریائے خوں رواں ہو ہزاروں کے سر کٹیں
رُوح الامیں سا گر ہو فرشتہ تو پر کٹیں

ایسا شجاع چاہئے ہے بہر کارزار — جس کا ثبات دیکھ کے فوجیں کریں فرار
بہر جہاد حق نے جسے دی ہو ذوالفقار — افضل عبادت دو جہاں سے ہو جس کا وار
دستِ قوی وہ ہو کہ قدم اپنے گاڑ کے
خندق کا پُل کرے درِ خیبر اکھاڑ کے

سلطانِ لافتا نہیں دنیا میں - ہے ستم — تھا ورنہ کیا یہ معرکہ کیا فوج بدشیم
ہاں ان کے بعد ان پہ ہو غالب وہ ذوحشم — پہونچا ہو زور دست یداللہ جسے بہم
کیا کر سکے گا اور کوئی گو دلیر ہو
عباسؑ سا ہو شیر تو یہ فوج زیر ہو

اے شیر بیشۂ اسد اللہ بن میں آ — چیں بر جبیں پہ قہر دلیرانہ رن میں آ
جینے سے سیر فرقتِ شاہ زمن میں آ — بہر جہاد لشکر پیماں شکن میں آ
اچھی نہیں ہے دیر صفوں کی صفائی میں
مسمار کر کے فوج کو دم لے ترائی میں

اشجع ہی تجھ سا کون تہ چرخ چنبری — مشہور ہی جہان میں تیری دلاوری
جاتے ہیں نام لے کے ترا جنگ کو جری — پڑتی ہی ڈر سے جسم میں اعدا کے تھرتھری
کھوتے ہیں آبرو دم پیکار ہاتھ سے
جاں باز پھینک دیتے ہیں تلوار ہاتھ سے

لو آمد اسد کا تلاطم سنو بس اب — مضطر زمیں ہی خوف سے لرزاں ہی فوج سب
آواز ہی ہوا میں کہ تھمنا ہی یاں غضب — گرد اُٹھ کے بھاگتی ہی کہ آتا ہی قہر رب
سکتے میں سنگ ہیں کہ اماں پائیں کس طرح
جُنباں درخت ہیں کہ اکھڑ جائیں کس طرح

ہیں منتشر طیور پریشان ہے ہوا — چکر میں ہم بھی ہیں یہ بگولوں کی ہی صدا
گویا پہاڑ کہتے ہیں تھرا کے برملا — اے دشت ماریہ ہمیں دامن میں تو چھپا
کہتا ہی دشت فکر مجھے کیا سوا نہیں
سناٹے میں ہوں خود مرے چھپنے کی جا نہیں

جنگل کی بُو سے خائف و ترساں ہیں بکمال — تکتے ہیں کان اُٹھائے ہوئے ہر طرف غزال
باگیں فرس تُڑاتے ہیں تن کے کھڑے ہیں بال — انساں قدم بڑھائیں جگہ سے یہ کیا مجال
غل ہی کہ سوجھتا نہیں اندھیر آگیا
ہیبت پکارتی ہی کہ اب شیر آگیا

ششدر کھڑے ہیں سرو گلستاں بخوف و بیم — لالے کا نشہ اُترا ہی دہشت یہ ہی عظیم
دم بھر کو خود بہار ہی گلزار میں مقیم — افسُردہ ہی جو حد سے سوا سرد ہی نسیم
زائل ہی بلبلوں کے دلوں کی اُمنگ بھی
خوشبو کے ساتھ اُڑتا ہی پھولوں کا رنگ بھی

طاری ہی بسکہ خوفِ علمدار نامور — گر گر کے برگ بھاگ رہے ہیں اِدھر اُدھر
سُنبل نہان زلف پریشاں ہی سر بسر — سکتے میں ہی کھلی ہوئی نرگس کی چشم تر
کھلتے ہیں غم سے لب نہ سر و پا کا ہوش ہی
ہر غنچہ فکرِ تازہ میں گویا خموش ہی

بجیاں جو خشک و تر میں ہی دہشت سے انتشار — دریا کو پیچ و تاب میں دم بھر نہیں قرار
ڈر کر سپر اُٹھاتا ہی گرداب بار بار — موجوں کی طرح مچھلیوں کو بھی ہی اضطرار
رہ رہ کے ذبح ہونے کا دھڑکا کمال ہی
ڈر سے اُچھل رہے ہیں یہ مینڈکوں کا حال ہی

سہما ہوا نہنگ ہر اک تہ میں ہی نہاں — دھارے کے تن پہ خوف سے شمشیر ہی رواں
جھونکے ہوا کے دیتے ہیں آواز ہر زماں — یاں سے کنارہ چاہیے اے لشکرِ گراں
جلدی رواں ہو کرنا ہی یہ شور آب بھی
آنکھوں سے کر رہے ہیں اشارے حباب بھی

آتی ہی دمبدم لبِ دریا سے یہ صدا — تم لوگ بھاگتے نہیں یہ ماجرا ہی کیا
ہی بازوئے امامِ زماں عازمِ وغا — شیر آئے گا اسی طرف اے فوجِ اشقیا
دیکھو جو تھم رہا وہ نہ زندہ رہے گا آج
کچھ رنگ کہہ رہا ہی کہ یاں خوں بہے گا آج

عباسؑ واں ادب سے کھڑے ہیں حضورِ شاہ — پر دل میں ہی وہ غیظ کہ اللہ کی پناہ
دُھنتے ہیں سر کبھی کبھی ہی کثرت آہ آہ — آنکھیں تو سُرخ سرخ ہیں اور شیر کی نگاہ
جوش آتا ہی جو لشکرِ ظلم کو دیکھ کے

چتون سے ہے عیاں کہ رضا دیجیے ہمیں — دل مضطرب ہے اذن وغا دیجیے ہمیں
نکلے بخار کچھ وہ دوا دیجیے ہمیں — محجوب کب تلک ہوں بتا دیجیے ہمیں
ہر اک غلام سرور ذیجاہ مر چکا
بچے تمام ہو چکے نوشاہ مر چکا

دیکھا جو شاہ نے یہ برادر کا اضطراب — فرمایا ضبط چاہیے اے ابن بوترابؑ
تم کو جدا کروں یہ نہیں میرے دل کو تاب — ہوگا جہاں میں قوت بازو نہ دستیاب
دل ہے قوی جو ابن یداللہ ساتھ ہو
کیا زندگی ہے موت جو بیکار ہاتھ ہو

بولے چچا سے بڑھ کے یہ تب اکبرؑ غیور — مجبور کیجیے شہ کو محبت سے ہے یہ دور
مرضی ابھی نہیں ہے تو اصرار کیا ضرور — للہ تھوڑی دیر توقف کریں حضور
رخصت کا حرف لب پہ نہ اب لائیے گا آپ
خادم کے بعد بہر وغا جائیے گا آپ

عباسؑ منہ کو دیکھ کے بولے بہ اشک و آہ — حیراں ہوں کیا یہ کہتے ہو اے میرے رشک ماہ
لازم تھی سعی تم کو چچا کی حضور شاہ — ہارج ہمارے کام میں ہوتے ہو واہ واہ
ہو جائے گا ستم جو نہ چپکے رہو گے تم
ہم پہ چھری چلے گی جو اب کچھ کہو گے تم

فرمایا شہ نے اے علی اکبرؑ کہو نہ کچھ — ناراض کیوں کرو مرے دلبر کہو نہ کچھ
ثابت ہوا بہت ہیں یہ مضطر کہو نہ کچھ — آئے گا ان کو رحم نہ ہم پر کہو نہ کچھ
تڑپائیں غم سے فاطمہؑ کے نور عین کو
خوش ہیں اسی میں گر تو رلائیں حسینؑ کو

روئے بہت یہ سُن کے علمدارِ نامور — جوشِ بکا میں رکھ دیا شہ کے قدم پہ سر
مولا نے سر اُٹھایا تو بولے بہ چشمِ تر — مجبور ہوں میں کیا کروں یا شاہِ بحر و بر
ہاں پہ سرِ فساد و جفا پر عمرو رہیں
یا میں ہوں، شاہزادہ ہے، اور آپ حضور ہیں

ارشاد اب ہو کون بنے کارزار جائے — زندہ ہیں سب جو اور کوئی جان نثار جائے
چارہ ہی کیا اگر نہ یہ خدمت گزار جائے — لڑنے کو شاہزادۂ عالی وقار جائے
خود آپ قصد کیجئے تیغ آزمائی کا
دیکھا کرے غلام تماشا لڑائی کا

فرمایا شہ نے آؤ گلے سے لگا تو لیں — سینہ ملا کے سینہ سے آرام پا تو لیں
غمگیں ہیں لب پہ نالۂ جانکاہ آ تو لیں — ہے کرب سے دل بھرا ہوا آنسو بہا تو لیں
اب تم ہو اور خنجر و شمشیر و تیر ہے
حسرت یہ رہ نہ جائے کہ صحبت اخیر ہے

یہ کہہ کے ہاتھ اُٹھا کے بڑھے سرورِ اُمم — دوڑے اِدھر سے جلد علمدارِ ذی حشم
لپٹے جو وہ برادرِ غمگیں بچشمِ نم — آہ و بکا سے ہلنے لگا وادیٔ ستم
جانکاہ چھوٹنا تھا جو اس اتفاق کا
سینوں میں دل ہلاتا تھا شورِ الفراق کا

فرماتے تھے امامِ اُمم ہو کے بیقرار — چھٹتے ہو مجھ سے اے مرے بابا کے یادگار
تم تھے تو ڈر سے کانپتی تھی فوجِ نابکار — میں جانتا تھا ساتھ ہے ضرغامِ کردگار
جو رعب سب پہ تھا اُسے معدوم کر چلے
اس وقت تم حسینؑ کو مظلوم کر چلے

عباسؑ عرض کرتے ہیں کیجیے حضور صبر — حضرت نے آج صبح سے کیا کیا سہے ہیں جبر
کہتے ہیں شاہ قلب پہ چھایا ہے غم کا ابر — واحسرتا کہ تم نے بنائی نہ میری قبر
ہنگام عصر تن پہ مرے جب یہ نشتر ہو
کیا دُور قبر لاشوں کو ممکن اگر نہ ہو

ناگاہ در سے حضرت زینبؑ نے دی صدا — روتے ہیں آپ کس لیے بھائی بہن فدا
فرمایا رو رہا ہے دل اے بنتِ مرتضیٰؑ — بھائی کو داغ دیتے ہیں عباسؑ باوفا
شوقِ اجل چھڑاتا ہے بیکس کے ساتھ سے
زینبؑ چلی پدر کی نشانی بھی ہاتھ سے

زینبؑ پکاریں کہیے کہ خیمہ میں آکے جائیں — مجھ سے نہ بن ملے ہوئے بن میں بلا کے جائیں
ایسا نہ ہو اِدھر سے اُدھر اذن پاکے جائیں — دیدار آخری تو بہن کو دکھا کے جائیں
قسمت اب اُن کے ہجر میں تڑپائے گی مجھے
کاہے کو پھر یہ شکل نظر آئے گی مجھے

عباسؑ خود پکارے کہ آیا یہ جاں نثار — جلدی چلیے تو ساتھ ہوئے شاہ ذی وقار
پہونچے تو سب کو دی یہ صدا رو کے زار زار — لو پھر رخصت آئے ہیں عباسؑ نامدار
درپیش فوج شام سے جنگ و جدال ہے
موت ان کو لے چلی ہے ٹھہرنا محال ہے

لے کر بلائیں بولی یہ زینبؑ بصد تعب — عباسؑ اس وفا کے تصدق یہ جاں بلب
بھائی کے ساتھ یوں جو سہے ظلم روز و شب — کیسی جوان جان چلی مفت ہے غضب
مظلومی امام دو عالم نہ دیکھتی
خواہر نہ مر گئی کہ یہ ماتم نہ دیکھتی

عباسؑ نے کہا کہ یہ ہی شکر کا مقام — زندہ وہ حشر تک ہی جو حضرت کے آئے کام
نقشِ قدم پہ اُن کے فدا مجھ سے سَو غلام — لازم ہی یہ دعا کہ بچیں سرورؑ انام
محفوظ ہر بلا سے امامِ زماں رہے
قائم قدم سے جس کے زمیں آسماں رہے

آقا جئیں یہ بندۂ احقر نہ ہو نہ ہو — تازہ چمن ہو سرو و صنوبر نہ ہو نہ ہو
دریا کی چاہ سب کو ہی گوہر نہ ہو نہ ہو — چرخِ بریں کا دور ہو اختر نہ ہو نہ ہو
دنیا ہو اور سبطِ رسالت مآب ہو
ذرّے ہزار ہم سے نہ ہوں آفتاب ہو

جس کے شرف ہیں سب پہ عیاں اسکی خیر ہو — خاتونِ حشر جس کی ہی ماں اسکی خیر ہو
جو ہی نبیؐ کا راحتِ جاں اُس کی خیر ہو — ہی جس سے پنجتن کا نشاں اس کی خیر ہو
جس کے مطیع ہفت فلک ہیں وہ دم رہی
خدمت گزار جس کے ملک ہیں وہ دم رہی

جُو جُو بیان کرتے ہیں عباسؑ صف شکن — روتی ہی سر جھکائے ہوئے خود بخود بہن
یہ فکر تھی کہ گر انھیں روکوں میں خستہ تن — اکبرؑ وغا کو جائیں گے یا سرورِ زمن
ہی یہ بھی ناگوار کہ ان کو جُدا کروں
کچھ مجھ کو آہ بن نہیں آتا میں کیا کروں

آخر کلیجا تھام کے بولیں کہ میں نثار — اچھا تمھیں بھی صبر کرے گی یہ سوگوار
اے میرے شیر جاؤ کرو رن میں کارزار — دے لشکرِ عدو پہ ظفر تم کو کردگار
کیا ہو جو دشمنوں پہ ہو غالب علیؑ کی طرح
فوجیں بھگا کے جھومتے آؤ علیؑ کی طرح

حضرت کا تھا یہ حال کہ گردن کیے تھے خم — تھا جوشِ غم سے آنکھوں پہ رومال دم بدم
تصویرِ غم تھی زوجۂ عباسؑ ذی حشم — ظاہر نظر سے تھا کہ ہوئے اب تباہ ہم
صاحب قرار کیا ہو دلِ بےقرار کو
بے تیغ ذبح کرتے ہو خدمت گزار کو

غازی کا تھا اشارہ کہ دیکھو رہو خموش — آفت میں چاہیے ہے کہ کھوؤ نہ اپنے ہوش
اماں پہ جب بنی ہو تو کیا ہم سے سرفروش — ٹل جاؤ یاں سے گر تمھیں رقت کا ہے جوش
مضطر نہ ہو حضورِ شہِ عرش جاہ میں
سونپا تمھیں خدا و نبیؐ کی پناہ میں

دیکھا جو مڑ کے بالیِ سکینہؑ کو ناگہاں — جھک کر اٹھا کے گود میں با چشمِ خوں فشاں
بوسے دہن کے لے کے یہ بولے کہ میری جاں — پپڑا گئے ہیں پیاس سے لب خشک ہے زباں
بی بی مقامِ حسرت و رنج و ملال ہے
عمو ہے زندہ اور تمھارا یہ حال ہے

خوں جوش میں ہے اب مرے دل کو نہیں ہے تاب — سیراب تم اگر ہو تو جائے یہ اضطراب
عمو نثار مشک کوئی ہو تو دو شتاب — دریا کی سمت جاؤں پئے جستجوئے آب
بڑھ جائے آبرو مری - بی بی کا کام ہو
سقہ تمھارا بن کے بہشتی بھی نام ہو

اتری یہ سن کے گود سے وہ پارۂ جگر — سوکھی سی مشک لا کے یہ بولی بچشمِ تر
سنتی ہوں گھاٹ روکے ہیں فوجیں بہ شور و شر — اچھا سدھارو غیظ نہ آئے تمھیں اگر
جوشِ غضب میں ڈر ہے کہ رد و بدل نہ ہو
خود ان سے مانگ لیجیو کہ جنگ و جدل نہ ہو

پیرو نبیؐ کے ہیں کہ مسلماں ہیں سب سپاہ — واقف نہ ہوں گے ہم سے یہ ہے دل کو اشتباہ
کہنا کہ پانی روکنا پیاسوں پہ ہے گناہ — یاں آل پہ ہے آبِ رواں بند واہ واہ
شورِ عطش ہے گھر میں شہِ مشرقین کے
بن پانی اب سسکتے ہیں بچے حسینؑ کے

یہ سُنکے بھی کریں نہ اگر رحم اہلِ کیں — لے آنا خالی مشک لڑائی نہ ہو کہیں
آجائے گا یہ صبر کہ قسمت سے بس نہیں — تھی موت اس بہانے سے آجائے گا یقیں
پھر تم سے پیاس کی نہ شکایت کروں گی میں
آخر پھڑک پھڑک کے عطش سے مروں گی میں

رو کر کہا کرو نہ مری جاں کلامِ یاس — اس حال میں کرم نہ توڑے تمھاری آس
سمجھاؤں گا میں اہلِ ستم کو نہ ہو اداس — شاید نبیؐ کی آل کا آجائے ان کو پاس
پھر یاں سی مجھ پہ چلتی ہیں تم تشنہ لب نہیں
چاہے خدا تو پانی کا ملنا عجب نہیں

عباسؑ بہرِ جنگ جو باندھے کمر چلے — مُڑ مُڑ کے دیکھتے ہوئے لیکن اُدھر چلے
ملتے ہوئے ہر ایک سے باچشمِ تر چلے — حضرت بھی ہاتھ ملتے ہوئے نوحہ گر چلے
پردے سے باہر آئے شہِ کربلا کے ساتھ
نکلے محل سے شیرِ خدا مصطفیٰؐ کے ساتھ

کی عرض حکم کیا ہے کہا شاہ نے کہ جاؤ — زخمی جگر پہ اور یہ پڑتا ہے ایک گھاؤ
ڈیوڑھی کے سامنے سے جو تھا فوج کا دکھاؤ — غصہ میں دی صدا کہ ہمارا سمند لاؤ
خادم چلا اُدھر سے لیے راہوار کو
گلچیں چمن میں کھینچ کے لایا بہار کو

تسلیم کرکے شہ کو ہٹے چُست کی کمر | جھک کر علم کو دوش پہ رکھا بہ کرّ و فر
دے کر قدم رکاب میں اور یال تھام کر | اک جست میں فرس پہ ہوئے تن کے جلوہ گر
لی ہاتھ میں لجام تو بیتاب ہو گیا
گرما کے رخش اُڑنے کو سیماب ہو گیا

ایڑی جما کے شیر نے جب دم کہا کہ ہاں | صرصر کی طرح دشت میں فرفر ہوا اڑاں
اک پل میں مثلِ شیر نظر سے ہوا نہاں | سُرعت بھی دنگ تھی کہ زہے اسپِ خوش عناں
سکتے میں تھی زمیں کہ ہوا تھی قدم نہ تھا
ہر سُم بھی اس کا دیدۂ حیرت سے کم نہ تھا

دیکھی جو آمد آمدِ عباسِ عرش جاہ | بیکوں نے دی صدا یہ نظر کرکے سوئے راہ
اے افسرانِ لشکرِ جنگی کرو نگاہ | آیا وہ شیر گھاٹ سے ہشیار ہو سپاہ
آمادۂ نبرد ہے قبضہ پہ ہاتھ ہے
پانی کی جستجو بھی ہے مشکیزہ ساتھ ہے

آ پہونچی یک بیک جو سواری حضور کی | رُخ کی ضیا سے رن میں گری برق طور کی
تاباں ہر ایک شے ہوئی نزدیک و دور کی | سطحِ زمیں پہ کھنچ گئی تصویر نور کی
غل تھا کہ جس سے نور کے ذرّوں میں ابر ہے
یہ ابنِ بوتراب کے پیکر کی چھوٹ ہے

وہ دبدبہ وہ شوکتِ عباسِ ذی حشم | دیکھے اگر تو عرش بھی تسلیم کو ہو خم
ماتھا نہیں ہے مطلعِ انوارِ حق سے کم | ضو ہے کہ سب کی آنکھ جھپکتی ہے دم بدم
بھاتا نہیں ہے بدر کو مہرِ مُبیں کا نور
خواہش فقط یہ ہے کہ ملے اس جبیں کا نور

تلواریں ابروؤں کی ہیں خونریز کس قدر — تھرّائے جس کو دیکھ کے رستم کا بھی جگر
آنکھوں کی پتلیاں ہیں جو مژگاں میں جلوہ گر — دونو سے ہے وہ رُعب ہویدا کہ الحذر
غلُ ہے یہ دمبدم سپہ نابکار میں
مردم کھڑے ہیں تیغ بکف سبزہ زار میں

مُنھ سے ثنائے عارضِ رنگیں کریں جو ہم — خالق سے پائیں گلشنِ جنت بصد حشم
کاغذ پہ ان کا وصف جو خامہ کرے رقم — قرطاس رنگ نو میں بنے تختۂ ارم
گلگشت جب کرے چمن بے نظیر میں
پیدا ہو رنگ نغمۂ بلبل صریر میں

قرآں ہے روئے اقدس عباسؑ عرش جاہ — ہمثل و بے نظیر ہے بیشک خطِ سیاہ
واضح ہے صاف زورِ قلم کا دمِ نگاہ — روشن سواد جو ہیں وہ کہتے ہیں واہ واہ
یہ خط وہ ہے جو شان میں ہر خط سے مبیں ہے
جس نے اسے لکھا ہے وہ کیا خوشنویس ہے

شاعر دہن کو کہتے ہیں رازِ خدا کہو — نادار سب مُصر ہیں کہ بابِ عطا کہو
چلاتے ہیں مریض کہ بیت الشفا کہو — کہتے ہیں خضر چشمۂ آبِ بقا کہو
سُنتے ہیں سب کے قول یہ تابِ سخن نہیں
ہم اس طرح خموش ہیں گویا دہن نہیں

نازک خیال کہتے ہیں معدوم ہے کمر — پر قول یہ ضعیف ہے سوچے کوئی اگر
روحِ لطیف سے بھی زبس ہے لطیف تر — مانند رازِ حق ہمیں آتی نہیں نظر
ہر چند ہے نہاں یہ، قیاساً عیاں بھی ہے
پٹکا جو گرد ہے کوئی شے درمیاں بھی ہے

سروِ جناں ہے قامتِ عباسؑ خوشخصال — سایہ پڑے جو اس کا تو شمشاد ہو نہال
منظور ہے رقم ہو شبابِ قدم کا حال — یوں جم گئی مداد کہ تحریر ہے محال
خامہ بھی خود شباب سے مُنھ موڑتا نہیں
کاغذ پہ جم گیا ہے جگہ چھوڑتا نہیں

کاندھے پہ ہے جو احمدؐ مختار کا علم — پھرتے ہیں گرد نصرتؐ و شوکت و حشم
اوج اپنا دیکھ کر وہ سرافراز و محترم — تن تن کے جھومتا ہے بصد ناز دمبدم
پنجے کو فوق شمس پہ ہے ارتفاع سے
پرچم الجھ رہا ہے خطوطِ شعاع سے

کیا رعب اس علم کا ہے غالبِ ہر نگاہ — یاد آتا ہے جلالِ یداللہ عرش جاہ
جس جنگ میں گیا یہ نشانِ ظفر پناہ — پا کر شکست ہٹ گئے اک دم میں روسیاہ
رایت نہ تھم سکے کہیں قومِ جہول کے
جھنڈے گڑے ہوئے ہیں نشانِ رسولؐ کے

مشکِ حرم جو کاندھے پہ لٹکائے ہیں جناب — نزدیک بدر کے ہے عیاں پارۂ سحاب
یا شب سمٹ کے آگئی ہے قربِ آفتاب — قرآں لیے ہوئے ہیں بغل میں ابوترابؑ
فرطِ صفائے سینہ جو آئینہ دار ہے
پہلو میں عکسِ داغِ جگر آشکار ہے

ناگہ رجز جو پڑھنے لگا غیظ میں جری — ڈر سے ہوئی تنوں میں شجاعوں کے تھرتھری
وہ دبدبہ وہ شان وہ شکوہِ غضنفری — نعرے وہ تھے کہ گونجتا تھا چرخِ چنبری
جنباں فقط زمیں تھی نہ دشتِ عراق کی
چاروں حدیں لرزتی تھیں کسریٰ کے طاق کی

لب پر یہ تھا کہ ضیغم ضرغامِ دیں ہوں میں　　احمدؐ کے نور عین کا دستِ یمیں ہوں میں
ٹھہرے شہ شیر سامنے گر خشمگیں ہوں میں　　کثرت سے دشمنوں کی ڈرا ہی نہیں ہوں میں

مانے گا کیا وہ لشکرِ ابنِ زیاد کو
جس کے پدر نے زیر کیا دیو زاد کو

جب نہرواں میں تیغ کھنچی تھی بہے تھے خوں بہی　　دو تین روز لاشوں سے خندق پٹی رہی
ہم کو بھی ہاتھ آیا ہے زورِ یداللّٰہی　　منظور امتحاں ہو تو آؤ ابھی سہی

دیکھو یہ پاؤں دشت میں گڑتے ہیں کس طرح
ہم ایک اتنی فوج سے لڑتے ہیں کس طرح

دی بڑھ کے یک بیک پسر سعد نے صدا　　بیشک شجاع آپ ہیں اے ابن مرتضیٰؑ
منظور ہم کو آپ سے ہرگز نہیں دغا　　خود جنگ کیجیے تو ہمارا قصور کیا

شوقِ اجل ہی سر سے گزرنا قبول ہے
اُلفت میں شہ کی آپ کو مرنا قبول ہے

فرمایا قہرِ حق سے ڈرو او بانی فساد　　ہے مجھ سے صاف کر کے شہنشاہ سے عناد
زے کی طمع میں لڑتا ہے تو آج بدنہاد　　اس سے رکھے گا حق تجھے ناکام و نامراد

مطلق نہیں ہے ڈر غضبِ کردگار کا
اللہ رے نشہ دولتِ ناپائیدار کا

تو آج جاگتا نہیں سوتا ہے ہوشیار　　عقبیٰ میں وہ اُٹھے گا جو ہوتا ہے ہوشیار
غافل گنوا کے عمر کو رہتا ہے ہوشیار　　دولت کا نشہ دین کو کھوتا ہے ہوشیار

آئے گی موت بھی کبھی یہ جانتا نہیں
انساں خدا رسولؐ کو پہچانتا نہیں

دولت کا نشہ ہوتا ہے وہ او جفا پسند ‏ ‏ بہکے ہیں خود جو اور کو کرتے تھے وعظ و پند
مطلق کیا نہ خرچ بڑھایا ہزار چند ‏ ‏ آخر کو خاک بھی نہ ہوئی اُس سے سود مند
تا عمر جس کو جمع کیا جوڑ جوڑ کے
اُٹھ اُٹھ گئے جہاں سے اُسے چھوڑ چھوڑ کے

غرہ ہے جس کے بل پہ تجھے اے ستم شعار ‏ ‏ کیا مال ہے وہ مرتد و بدکار و نابکار
جو جو بڑے بڑے متکبر تھے تاجدار ‏ ‏ وہ کیسے مٹ گئے ہیں تہ چرخ بے مدار
چکھتے ہیں بعد مرگ مزا خود ستائی کا
وہ کیا ہوئے جو کرتے تھے دعویٰ خدائی کا

وہ بادشاہ لیتے تھے شاہوں سے جو خراج ‏ ‏ باقی اب اُن کی سلطنتیں ہیں نہ تخت و تاج!
عالم میں جن کی ضرب سکوں کا تھا رواج ‏ ‏ یوں دب گئے زمیں میں کہ خود بے نشاں ہیں آج
ضحاک و کیقباد و فریدوں کدھر گئے
او عبد زر خزانہ قاروں کدھر گئے

زیر زمیں وہ اب ہیں جو تھے عرش پر دماغ ‏ ‏ ڈنکے تھے جن کے اب نہیں اُن کا کہیں سراغ
شاہوں کے جو رواق تھے رہتے ہیں اُن میں زاغ ‏ ‏ قبروں کی طرح سیکڑوں ایواں ہیں بے چراغ
نام آوروں کو کھا لیا مٹی نے گور کی
تربت میں ہڈیاں نہیں بہرام گور کی

عبرت کی جا ہے کیا تھا وہ صاحب حشم ‏ ‏ اب آپ ہے نہ فوج نہ وہ طبل وہ علم
خود ڈھونڈھتا ہے آج ہما اُس کو دمبدم ‏ ‏ گردش میں جام ہے کہ نہاں کس طرف ہے جم
سکتے میں خود ہے قصر کہ قیصر کدھر گیا
حیراں ہے آئینہ کہ سکندر کدھر گیا

غفلت ہی قہر کو رنہ ہو دیکھ آنکھ کھول | میزان عقل میں شرف آل نبی کے تول
دوزخ کو اپنے مال سے لے آگ کے نہ مول | شبیرؑ مصطفےٰ کا نواسہ نہیں ہے بول
ظالم حفاظت شہ دیں فرض عین ہے
باقی جو پنجتن میں ہے یہ وہ حسینؑ ہے

انجام کا ہے دھیان بشر کو ضرور دیکھ | فانی ہیں سب اجل کو سمجھنا نہ دور دیکھ
ممکن ابھی ہے شاہ سے عفو قصور دیکھ | توبہ کا وقت جاتا ہے اُدھر غرور دیکھ
آخر یہ ظلم و جور کی کچھ انتہا بھی ہے
اک روز انتقام بھی ہے اور خدا بھی ہے

حاصل تجھے یزید لعیں کی ولا سے کیا | کافر ہے وہ نبیؐ سے اُسے کیا خدا سے کیا
پائے گا تو نہ فیض شہ کربلا سے کیا | دیکھا ابھی حُر کو ہو گیا اک دم میں کیا سے کیا
اُس پہ یہ رحم و لُطف جو لایا تھا گھیر کے
پہنچا بہشت میں اُسے دوزخ سے پھیر کے

خیر اب بھی ہے خراب نہ ہو خانماں خراب | زندہ ابھی ہے خلق میں فرزند بوترابؑ
ہوگا یہ وقت پھر نہ زمانے میں دستیاب | آ جلد چل حضور امام فلک جناب
خواہر سے بھائی بھائی سے خواہر چھٹی نہیں
ایسے میں فاطمہؑ کی کمائی لٹی نہیں!

بھولا ہے کیوں اجل کو ترا دھیان ہے کہاں | یہ کس کی آل تشنہ لبی سے ہے نیم جاں
سوکھے ہیں قلب خشک ہے ایک ایک کی زباں | وہ کرب و اضطراب و تعب ہے کہ الاماں
نوبت بغیر آب صغیروں کی غش کی ہے
سُن لے کہ وہ بلند صدا العطش کی ہے

ہمراہ لیتا آیا ہوں مشکیزہ حرم
بچے ہیں در پہ آس لگائے بصد الم
لے کر کے ستر راہ نہ ہو لشکرِ ستم
لے جاؤں جلد آب کہ بچ جائیں اُن کے دم
صدموں سے اور آفت تازہ گزر نہ جائے
عرصہ نہ کر ارے کوئی معصوم مر نہ جائے

بولا شقی کہ طاعت حاکم ہے پر ضرور
جانا ہو قرب نہر یہ رکھیئے گا دل سے دور
بے فائدہ یہ پند و نصیحت مرے حضور
دخل اُن میں بھی یزید کے ملکی ہیں جو اُمور
محکوم حکم محکم شاہی کو کام کیا
انجام بینیوں سے سپاہی کو کام کیا

تھرا گئے یہ سنتے ہی عباسؑ باوفا
فرمایا کیا یہ بکتا ہے او دشمن خدا
ہاں سچ بھی ہے لعیں کوئی تجھ سے نہیں سوا
پتھر ہی قلب ہوگا نصیحت پذیر کیا
لے یاں سے ٹل نہ جائیو جب جا کھڑا ہے تو
معلوم اب ہوا کہ سپاہی بڑا ہے تو

فرما کے یہ نیام سے شمشیر تیز لی
غصے میں تن کے دوش پہ بہر ستیز لی
جم کر عنانِ رخش پئے جست و خیز لی
واں اُس شقی نے خوف سے راہ گریز لی
بیتاب رزم گاہ کی حد سے نکل گیا
آہو تڑپ کے شیر کی زد سے نکل گیا

آیا شریر ہاتھ نہ جب اُس جناب کے
جوشِ غضب میں رہ گئے ہونٹوں کو چاب کے
اُمڈے جو دل سپاہ ضلالت مآب کے
جھپٹا اسد شغالوں پہ گھوڑے کو داب کے
جھجکے اُٹھا کے ہاتھوں کو سب بدشعار بھی
پیچھے جھجک کے ہٹے راہوار بھی

۴۸۶

مرثیہ

در حال حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام

اے نظم ہاں مرقع دشتِ جدل دکھا

(حصۂ دوم)

(بند ۱۲۳)

اے سیفِ سر شگافِ قلم تیزیاں دکھا ہر دم سناں سے بڑھ کے دل آویزیاں دکھا
تاری ہوا پہ ہیبتِ شر انگیزیاں دکھا ہنگام ضرب آگیا خونریزیاں دکھا
رد کا اماں کو جس نے وہ دیوار کھنچ گئی
شیر خدا کے شیر کی تلوار کھنچ گئی

ہاں ساقیا کدھر ہے مئے لالہ فام دے کیفیتِ سرور جو دل کو مدام دے
ہوں اہل ظرف جام پہ ہر بار جام دے یوں مست ہوں کہ نشہ شجاعت کا کام دے
ہمدم سمجھ کے تیغ کا منھ چومنے لگوں
فوجیں بڑھیں تو مثل اسد جھومنے لگوں

ساقی نہ اپنے دور میں رخ اس طرف سے پھیر ہر دم حجابیاں مجھے آتی ہیں کر نہ دیر
بادہ مشربوں کو کرنا ہے جنگ جدل میں زیر جوش کرم نہ کم ہو جہاں تک نہ ہوں میں سیر
کانٹا لگے تو واسطہ رب جلیل کا
پانی جو دہن میں مرے سلسبیل کا

میکش تو ہوں پہ ہے مجھے اس مے کی جستجو   پیران پارسا کو بھی ہے جس کی آرزو
افزودل ہو جس سے محفلِ جنت میں آبرو   شفاف و سرد و طاہر و گلرنگ و مشکبو!
شرمندہ آفتاب ہو وہ جامِ نور ہو
لے صاف کہہ دیا کہ شرابِ طہور ہو

کوندی وہ تیغ دلبرِ مشکل کشا علیؑ   لو آگئے مدد کو وہ معجز نما علیؑ
عباسؑ وہ بڑھے صفتِ مرتضیٰ علیؑ   وہ غل اُٹھا زمیں سے فلک تک کہ یا علیؑ
ہر اک کا قلب مثلِ بدن کانپنے لگا
لو وہ پہاڑ ہل گئے رن کانپنے لگا

بھاگڑ پڑی ہوئی تھی سواروں میں خوف سے   دبکے ہوئے تھے شیر کچھاروں میں خوف سے
تھے اژدہے چھپے ہوئے غاروں میں خوف سے   مردے لرز رہے تھے مزاروں میں خوف سے
ہر قلب منتشر صفتِ روزِ نشر تھا
غوغائے فوجِ شام نہ تھا روزِ حشر تھا

بھاگی ہو خود اماں تو کوئی امن پائے کیا   دستِ اجل بڑھیں تو کہیں بچ کے جائے کیا
جرأت ہٹی ہو دور تو نزدیک آئے کیا   کٹ کٹ کے جب گرے تو کوئی سر اُٹھائے کیا
مٹ جائیں نام جب تو نمودار کیا کریں
چہرے کٹے ہوئے ہوں تو دیدار کیا کریں

پھرتی تھی تیغ اپنا عمل جان جان کے   تھے طرفہ ناز وقتِ اجل جان جان کے
ایک ایک سے تھی رد و بدل جان جان کے   تیغوں کو کھائے جاتے تھے پھل جان جان کے
نیزہ ہر ایک تھا صفتِ نیشکر اُسے
ہر گرز تھا انار سے بھی نرم تر اُسے!

جب آئی راہ لطف و مدارات کاٹ دی — زنجیر عمر ظالم بدذات کاٹ دی
منھ سے کلام جس نے کیا بات کاٹ دی — ظلمت بڑھی تو دھالوں کی بھی رات کاٹ دی
کاٹا اُسے کسی نے جو کی منھ سے آہ بھی
ڈورے سے قطع کر دیا تارِ نگاہ بھی

دلبر یہ تیغ ہے یہ دل آزار بھی تو ہے — آرام جاں ہے گو یہ جفا کار بھی تو ہے
مطلوب ہے یہ سر کی طلب گار بھی تو ہے — غمخوار ظاہرا ہے یہ خونخوار بھی تو ہے
جانیں یہ لے گی دیکھنے کی خوش نمائی ہے
لیلیٰ کا بھیس بھر کے اجل رن میں آئی ہے

وہ قد وہ رنگ روپ وہ انداز وہ چال — سرگرم ناز اور وہ بھبوکا سی خوں میں لال
پس جائے دل ہر ایک کا مستانہ چال ڈھال — عاشق مزاج پوچھے تو دیکھو دلوں کا حال
عالم میں اس کے حسن کا شہرہ کہاں نہیں
ایسا کوئی حسین نوکیلا جواں نہیں

مشکل ہے وصف اشہب گیتی نورد بھی — پائے نہ باد تند کبھی اس کی گرد بھی
ضیغم بھی پیل زور بھی غازی بھی مرد بھی — یکتا شباب میں ہے رسائی میں فرد بھی
روکے ہوا کو راہ عدم بند کر سکے
تب اس فرس کا وصف قلمبند کر سکے

دیکھے اسے تو دل نہ کسی مہ جبیں پہ آئے — وہ تیز رو کہ دم میں کہیں سے کہیں آئے
قطرہ عرق کا گر کے نہ جبتک زمیں پہ آئے — یہ راہوار جا کے سپہر بریں پہ آئے
قوت اگر یہی ہے تو بیشک قضا کی ہے
گویا فرس کے بھیس میں قدرت خدا کی ہے

کیونکر بیاں ہو اس کی سُبک خیزیوں کا حال | ضرب قدم سے عارضِ گُل ہوں کہیں نہ لال
اس کا تو دخل کیا ہے کہ سبزہ ہو پائمال | پتی حنا کے پھول کی ہل جائے کیا مجال
چیونٹی کبھی پسی نہیں اس تیز گام سے
ہاں دل ہزاروں پستے ہیں رنگِ خرام سے

تُلکہ بنا ہوا ہے جو سرعت کا سر بسر | ہر دم قدم بھی رہتے ہیں آمادۂ سفر
بیتاب ہو کے اُڑ گیا پتا ہلا اگر | فوراً مُڑا سوار کی پُتلی پھری جدھر
روکا تو ناظروں کی نگاہوں پہ چڑھ گیا
مہمیز کی تو دشتِ تصور سے بڑھ گیا

دریا و موج و کشتی و طوفان و ابر تر | تیر و شہاب و نیزہ و سیارۂ و قمر
شیر و پلنگ و آہو و شاہین تیز پر | احرار و نکہتِ چمن و طائرِ نظر
ذہنِ رسا ہے وہم ہے بجلی ہے باد ہے
سرعت میں ان سبھوں سے یہ گھوڑا زیادہ ہے

تُلتی تھی حق پہ تیغِ ہنر سنج دمبدم | ٹکڑے تھے بوق و طبل و دف و سنج دمبدم
افزوں زبس شکست کا تھا رنج دمبدم | سالار فوج کو تھا شش و پنج دمبدم
پیکانِ درد و غم سے جگر تھا چھنا ہوا
چپکا کھڑا تھا مکر کا پُتلا بنا ہوا

اک پہلوان دیو تواں پیل کوہ تن | استادہ تھا غرور میں ابرو پہ تھی شکن
رستم سے تیغ چھین لے رکھنیوہ تیغ زن | نام اُس کا سُن کے کان پکڑتے تھے اہلِ فن
اہلِ ستم اُسے ستم ایجاد کہتے تھے
نامی جو پہلوان تھے وہ اُستاد کہتے تھے

دیکھا جو یہ تمرد سالار فوج شام　　کالے کی طرح کھانے لگا بل سیاہ فام
پاس آیا ابن سعد کے اور یہ کیا کلام　　مردوں کے امتحاں کا ہے یہ وقت یہ مقام
میں اب وغا کو جاتا ہوں سب فوج لڑ چکی
لیکن یہ دیکھ لے کہ لڑائی بگڑ چکی

کہنے لگا یہ سن کے پسر سعد خیرہ سر　　میں جانتا ہوں آپ ہیں ایسے ہی پُر جگر
کیونکر نہ ہو یہ رعب یہ داب اے دلیر شور و شر　　ہے کون مثل آپ کے دنیا میں نامور
رکن رکین زیست یہ پہلو سمجھتا ہے
تب تو امیر قوت بازو سمجھتا ہے

اللہ ری اُس دلیر کی رن میں دلاوری　　دیکھا علیؑ کے بعد نہ ایسا کوئی جری
کہنے پہ کیا ہے دیکھئے فوجوں کی ابتری　　پر آپ جب بڑھیں تو کھلے لطف صفدری
سب سر بہ سر یہ لوگ ہوں گے نہ ایسے دلیر سے
لازم یہی ہے کہ شیر مقابل ہو شیر سے

بولا ہلا کے سر وہ ستمگر کہ خیر دیکھ　　آخر چلا نہ کام ہمارے بغیر دیکھ
ٹھہرے گے اپنے ڈر سے نہ اب وحش و طیر دیکھ　　دو چار گام بڑھ کے ذرا تو بھی سیر دیکھ
تا ذکر جب یزید سے ہو اس جدال کا
سالار خود گواہ ہو میرے کمال کا

کہتا چلا یہ کہہ کے فرس کی طرف وہ پیل　　دوڑا رکاب تھامنے کو شمر پُر دغل
یاں جست کر کے زین پہ آیا وہ بد عمل　　رحمت میں دیو زاد کی ڈر سے پڑا خلل
دب جائے پیل مست بھی ایسے سوار سے
لچکے کمر پہاڑ کی گھوڑے کے بار سے

ہتھیار ہے سر جسم پہ سجتا ہوا چلا　　دنیا کو اپنے ہاتھ سے تجتا ہوا چلا
نعرے کیے کہ رعد گرجتا ہوا چلا　　نقارہ کوچ کا تھا کہ بجتا ہوا چلا
آندھی اٹھی فرس جو اٹھایا غرور میں
پہونچی دھمک لرز گئے مردے قبور میں

لٹکائے ہے جو کاندھے پہ وہ ناگ کی کماں　　اک اژدہا سا دوش فسونگر پہ ہے عیاں
گوشے ہیں دونوں طائر ہیبت کے آشیاں　　اکثر کماں کشوں کو کیا اس نے بے نشاں
سرکش خدنگ جوڑ کے کھینچے جو زور میں
ارجن بھی الاماں کہے چلا کے گور میں

پہونچا لعیں جو ابن علیؑ کے حضور میں　　گھوڑے کی باگ روک کے جھوما غرور میں
یوں آتش غضب تھی دل بے شعور میں　　شعلہ کبھی بھڑکتا ہے جیسے تنور میں
اک شور الاماں کا سر آسماں اٹھا
جب کھل گیا دہن تو اژدھواں اٹھا

نعرہ کیا کہ آگیا میں رن میں اے جری　　لے ہوشیار ہو کہ گیا وقت صفدری
آتا نہ یاں پہ دیکھ کے لشکر کی ابتری　　جوش آگیا کہ دیکھ لوں میں بھی دلاوری
دل میں جو ٹھن گئی کہ مقابل خضر سے ہوں
بیخود ہوں اب بہ نشۂ جرأت میں چور ہوں

آفت مری نبرد ہے اے دلبر علیؑ　　پڑتی ہے میرے ڈر سے شجاعوں میں کھلبلی
جرأت نہ یاں کبھی کسی جرار کی چلی　　روباہ سمجھوں شیر اگر آئے جنگلی
طاقت گر شیر کی نہ ٹھہرنے کی تاب ہو
آنکھیں ملیں تو شیر کا زہرہ بھی آب ہو

پا بانہ میں نے زور دیا اپنے عدیل کو ایواں سے کھینچ لاؤں ستونِ ثقیل کو
بڑھنے نہ دوں پکڑ لوں اگر مست فیل کو دوڑوں اُٹھا کے دوش پہ دیوِ طویل کو
خیبر میں مرتضیٰؑ نے اُکھاڑا کواڑ کو
چاہوں جو میں سر پہ اُٹھا لوں پہاڑ کو

گونجا اُدھر سے شیر کہ اُڑنا بکار بس شعلہ کی طرح کیوں ہے عبث بیقرار بس
اتنا مزخرفات نہ بک بار بار بس آتش مزاج ہے یہ ہوا آشکار بس
درپیش کوئی دم میں جہنم کی راہ ہے
ناری ہے تو دھواں ترے مُنھ کا گواہ ہے

یہ کیا کہا کہ وقت نہیں صفدری کا اب تجھکو فلک سے بھی نہ غلامِ شہِ عرب
دعوے بڑے بڑے ہیں تجھے اے عدوئے رب اب وقت صفدری کا نہیں ہے تو پھر ہے کب
تیرے بقول سامنا ہم کو جسری کا ہے
او بے وقوف وقت تو اب صفدری کا ہے

باہر نہ آپ سے ہو سنبھل او زبوں خصال اس تیری بیخودی سے عجب ہے مجھے کمال
ظالم دمِ نبرد یہ خود رفتگی کا حال مُنھ سے جو کچھ نکلتا ہے اس کا نہیں خیال
بالفرض تجھ کو نشۂ کبر و غرور ہے
خود مُنھ سے نکلی فال کہ پہلے ہی چور ہے

سرشار جب ہے نشہ میں اس طرح بدسیر پھر جو ترا سخن ہے وہ ہے غیرِ معتبر
ہے یہ بھی اک دلیل کہ ہوتے حواس اگر دعویٰ ہمارے سامنے کرتا نہ بے ہنر
ملکوں میں اپنی دھاک بندھی ہے نبی کے بعد
ہم سا شجاع کوئی نہیں ہے علیؑ کے بعد

جھوٹی تعلّیوں سے ڈراتا ہی او ذلیل — نخوت کرے تو ہوگا نہ کم مرتبہ جلیل
لا صورت اپنے وصف سے بنتا نہیں جمیل — صیقل سے تیغ خام ہوئی ہو کہیں صقیل
بودا اگر کرے غرور تو کیونکر دلیر ہو
ممکن نہیں کہ پھول کے روباہ شیر ہو

سمجھا ہی تو علیؑ کو کہ ہیں کون وہ جناب — بابا ہمارے اوجِ شجاعت کے آفتاب
دستِ خدا وصیِ نبیؐ مالک الرقاب — فوجِ ملک بھی مانتی ہی جن کا رعب و داب
کیوں کر سکے نہ وادیِ جرأت کو طے کوئی
ایسا جری ہوا تھا نہ ہوگا نہ ہے کوئی

قوت کا اپنی حال جو کرتا ہی آشکار — جَمّال تو بڑا ہی ہوا ہم کو اعتبار
کیا دیو کو بٹھائے گا کاندھے پہ نابکار — شیطاں سا دیو خود تری گردن پہ ہی سوار
سر پر پہاڑ اُٹھاتا ہی لے سر اُٹھا تو لے
اچھا ہماری تیغ کا لنگر اُٹھا تو لے

کیا تیری ضرب سختیاں گر کاٹتا ہے تو — ہمسر ہی کوہ کن کا حجر کاٹتا ہے تو
بازی ہی گر سپر پہ سپر کاٹتا ہے تو — ہی قاطع الشجر جو شجر کاٹتا ہے تو
کہنے کو اپنے مُنھ سے ہزاروں میں فرد ہی
کاٹی ہوں گر صفیں کہیں تنہا تو مرد ہی

جانبازیوں میں شام و سحر کاٹتے ہیں ہم — پر لشکرِ یزید کا سر کاٹتے ہیں ہم
نہ سنگ نہ سپر نہ شجر کاٹتے ہیں ہم — غصّے میں جبرئیل کے پر کاٹتے ہیں ہم
کرتے ہیں وار اُلٹ کے جو ہاتھ آستین کا
تلوار چھانٹ آتی ہی طبقہ زمین کا

دل میں شقی ڈرا کہ بندھے گی ہنسیاں ہوا بچ جائے جان جس سے مناسب ہے وہ دوا
ہی سامنا اسد کا خجالت نہیں روا البتہ یہ ہے کہ لاش ہو اسد دشت نینوا
کیا جانے اس دلیر پہ ہو فتح یا نہ ہو
بہتر یہ ہی کہ بات رہے اور دغا نہ ہو

یہ سوچ کر بہ مکر پکارا وہ بے حیا خیر اب مرے کمال کھلیں گے دم وغا
لیکن یہ مشک کیسی ہی جودوں کے ماسوا ہی بند آج آب رواں تم سبھوں پہ کیا
واقف نہیں ہوں یاں کے کسی انتظام سے
گزری ہی تھوڑی دیر کہ آیا ہوں شام سے

حاکم نے مجھ کو بھیجا ہی کہہ کر یہ بار بار یاں سے گئی ہی بہر وغا فوج بے شمار
بھائی ہی اک حسینؑ کا عباسؑ نامدار اس کی طرف سے ڈر ہی مجھے وقت کارزار
لاکھوں ہیں گو یہ ہی غلبہ اس دلیر کو
ہاں تو لڑے تو مار لے بے شبہ شیر کو

ہی تم سے رن میں معرکہ ثابت ہوا یہ جب آیا مقابلہ کے لیے میں بجد غضب
پر تم کو دیکھ دیکھ کے آتا ہی رحم اب دانستہ کیوں شباب مٹاتے ہو بے سبب
ناحق نہ خوں سے رن کی زمیں لالہ رنگ ہو
وہ فکر چاہیے ہی کہ موقوف جنگ ہو

سمجھے نہ پہلے سبط نبیؐ دلبر بتولؑ حکم امیر شام سے بیکار تھا عدول
لو اب بھی کچھ گیا نہیں قصہ کو دیں طول سمجھاؤ شہ کو بیعت حاکم کریں قبول
چھوڑیں اسے جو امر ہی خوف عظیم کا
بیڑا نہ ہو تباہ رسولؐ کریم کا

جو کٹ گئے وہ کٹ گئے ہونا تھا جو ہوا — باقی جو اب ہیں اُن پہ نہ ہو قتل کی جفا!
رنج و تعب اٹھائیں نہ مہمان کربلا — جائیں سوئے وطن معہ انصار و اقربا
تخصیص میرے واسطے ہی اختصاص میں
ساعی ہوں میں یزید سے اس امر خاص میں

تیوری چڑھا کے بولے یہ عباسؑ جبیں — بکتا ہے کیوں فضول شقاوت اساس لعیں
رحم آگیا یہ مجھ پہ تجھے آگیا یقیں — ایسا ہی تھا میرا دوست تو اے سگ دیں
یہ کہہ کے فرق جرأت و ہمت میں آگیا
آخر شغال شیر کی ہیبت میں آگیا

پہلے تو وہ غرور وہ دعوے کہ جیسے بڑ — اب ڈر سے حیلہ کرتا ہے غیرت ہے کچھ تو گڑ
رکھ کام اپنے کام سے جھگڑے میں تو نہ پڑ — تلوار لے نیام سے دو چار ہاتھ لڑ
قائم دم مقابلہ رہ اپنے قول پر
ہم دل بھی تیرا دیکھ لیں اس ڈیل ڈول پر

آیا تھا رن میں جنگ و جدل کو بصد شتاب — پر اس سے کیا حصول تھا وفا نماں خراب
رنج اس قدر دیا کہ رہی ضبط کی نہ تاب — کیوں نام تشنگی نے کیا دل کو آب آب
صدمہ سے صبح بسترِ شہ یاد آگئی
اطفالِ تشنہ لب کی پھڑک یاد آگئی

کہتا ہے تو کہ پہلے نہ سمجھے شرو نام — کیا اب تجھے گمان ہے کہ چھپاتے ہیں امام
کیسی فرار جائے خدا سے ہے ان کو کام — گر چاہتے تو دم میں فنا تھی سپاہ شام
نکلا نہ حوصلہ کسی ضیغم خصال کا
تھا حکم ہاتھ روک کے جنگ و جدال کا

پر جو جری ادھر سے بڑھا رن پہ ان پڑے
اُکھڑے صفوں کے پاؤں قدم اس طرح گڑے
لشکر میں اُن سے پوچھ بہادر جو ہیں بڑے
بچے ہمارے جوش میں کس کس طرح لڑے
لاکھوں سے ایک اک ہوا وقت وغا نہ بند
اس پر کہ تین روز سے تھا آب و دانہ بند

پہلے تو تُو نے بیعت فاسق نہ کی قبول
مانیں گے اب کدھر ہے تری عقل او جہول
ہے غرق بحر درد و الم دلبر رسولؐ
جن سے بہار عمر تھی مرجھا گئے وہ پھول
آفت ریاض شیر الٰہی میں آ گئی
کشتی تو نا خدا کی تباہی میں آ گئی

اب کون ہے حسینؑ کے لشکر میں او شریر
انصار پہلے مر گئے کھا کر سنان و تیر
لڑ بھڑ کے قتل ہو گئے بچے جو تھے صغیر
میں خادم اک ہوں اک ہی جگر بند بے نظیر
موقوف روز حشر پہ انصاف ہو چکا
او بے حیا حسینؑ کا گھر صاف ہو چکا

لے خیر وقت جنگ ہے تیغ و سپر سنبھال
باتیں بنا بنا کے نہ سر سے بلا کو ٹال!
حیلے ترے سمجھتے ہیں ہم اے زبوں خصال
جانے دیں بے لڑے تجھے رن سے یہ ہے محال
قاتل کھڑی ہوئی ہے اجل راہ روک کے
بچتا ہے سہل شیر کو میداں میں ٹوک کے

سمجھا لعیں کہ چل نہ سکے گا یہ مکر و زور
جو ہو سو ہو ہزبر سے لڑنا پڑا ضرور
دل میں تو فرط رعب سے تھا خوف کا وفور
ظاہر میں زیں پہ جھوم کے سنبھلا بصد غرور
جوش غضب میں دھوئے جو ہاتھ اپنی جان سے
سرکش نے مڑ کے کھینچ لی تلوار میان سے

تیغ اس طرف سنبھال کے سنبھلے جناب بھی — چہرے سے رعب بھی ہوا ظاہر عتاب بھی
آیا نظر جو دبدبۂ بوتراب بھی — تھرا کے ڈر سے ہلنے لگا آفتاب بھی
وان تک ہوا جو آئی تو منہ موڑنے لگی
یوں دھوپ بھی ہٹی کہ جگر چھوڑنے لگی

ساماں ہوئے شریر کے دل کی امنگ کے — باجے صفوں میں بجنے لگے رنگ رنگ کے
تھے بسکہ دشت جنگ میں مشتاق جنگ کے — بڑھ آئے پہلوان حلب مصر و زنگ کے
فن اپنا جانتے تھے جو تیغ آزمائی کو
آنکھیں لڑیں کہ غور سے دیکھیں لڑائی کو

جلدی میں وار اس نے کیا یاں رُکی سپر — تلوار اُچٹ کے رہ گئی جھینپا وہ بے ہنر
اک پہلواں نے تب یہ صدا دی پکار کر — غالب ہے تجھ پہ رعب علمدار ہی نہ ڈر
بھولا کمال تیغ زنی یہ ہراس ہے
رہ باحواس گر تجھے عزت کا پاس ہے

ہے آبرو کا وقت نہ دل میں دہل کے لڑ — بیباک ہو کے ٹھاٹھ کو اپنے بدل کے لڑ
دریا کی طرح جوش وغا میں اُبل کے لڑ — غیرت کی جا ہے جان لڑا دے سنبھل کے لڑ
ہم فن کھڑے ہیں ہاتھ بہکنا نہ چاہیے
نامی جواں ہے دیکھ جھجکنا نہ چاہیے

عباسؑ نامور نے صدا دی کہ تو بھی آ — تیرے بھی کچھ کمال عیاں ہوں دم وغا
تعلیم واں سے کی جو زبانی تو لطف کیا — دو چار ہاتھ لڑ کے اسے آنکھ سے دکھا
ضربوں سے اپنی دیکھنے والوں کو دنگ کر
پھر اس کو بھی بتا کہ اسی طرح جنگ کر

کچھ منفعل سا ہو کے یہ بولا وہ بے شعور — حکم رئیس اسے ہی مجھے جنگ کیا ضرور
فرمایا خیر دیکھ تماشا ٹھہر کے دور — پھر جانب حریف مخاطب ہوئے حضور
نعرہ کیا کہ جنگ سے دل اپنا بھر لے تو
ہاں جتنے وار کرنے ہیں پہلے وہ کر لے تو

بیدیں یہ سُن کے کرنے لگا وار متصل — ہنس ہنس کے روکنے لگے عباسؑ شیر دل
جانکاہیوں سے تھک کے ہوا جب وہ مضمحل — بس ہو گیا نگاہ میں ہر اک کے متبذل
تُکّی ہوئی نصیب بڑے بول بول کے
ہاں آپ مستعد ہوئے تلوار تول کے

سمجھا لعیں کہ اب نہ بچوں گا میں زینہار — طاقت رہی فرار کی نے جرأت قرار
جب کچھ نہ بن پڑا تو کیا پھر جھپٹ کے وار — روکا جری نے اور چلی تیغ آبدار
پھل تیغ کا سپر پہ لیا بد خصال نے
دامن سے ڈر کے پھینک دیئے پھول ڈھال نے

تھا رعب شیر ہمہمۂ شیر خوئے شیر — بزدل تھا آنکھ اٹھا نہ سکا ڈر کے سوئے شیر
آہو کی طرح خشک ہوا روبروئے شیر — رہوار بھی بھڑکنے لگا پا کے بوئے شیر
تھمتا نہ تھا جو رخش کسی جا زمین پر
نامرد بار بار اچھلتا تھا زیں پر

تن کے بڑھے غضب میں جو عباس حق شناس — بیدیں نے پہلوان کو دیکھا بچشم یاس
منھ کو پھرا پھرا کے چلے وہ بصد ہراس — سایہ بھی ڈر کے ہٹ گیا ٹھہرا نہ آس پاس
آلیں سے استخوان بد افعال ہٹ گئے
کاندھوں [illegible] ہٹ گئے

گویا پکاری تیغ دکھا کر چمک دمک کام اس کا اب تمام ہے ہاں اے اجل لپک
دی حضرت نے عباسؑ کو آواز یک بیک موقع نہیں ہے دیر کا میں آئی تو سرک
گھبرائی روح دیکھ کے منہ تیغ تیز کا
بھاگوں جو ہٹ کے دے مجھے رستہ گریز کا

ناگہ کھنچی جو تیغ الف ہو گیا سمند ظاہر ہوا کہ کہتا ہے یہ کر کے سم بلند
میں بے قصور ہوں بخدا دل ہے دردمند خوش ہوں گرے جو پشت سے میری یہ خود پسند
بوجھ اس کا ہے پہاڑ گناہوں کے بار سے
لو آپ ہاتھ اٹھاتا ہوں اپنے سوار سے

ٹوٹا جو تنگ ہو گیا خود رفتہ وہ لعیں پٹھوں پہ راہوار کے آیا پھسل کے زیں
گردن میں بائیں ہاتھ سے لپٹا عدوئے دیں جلدی میں بہر ضرب اٹھا بازوئے یمیں
اک ہاتھ تیغ کا جو سر دست پھر پڑا
قدموں پہ اس کا ہاتھ مع تیغ گر پڑا

آواز دی ظفر نے کہ شاباش اے جری اب زیر دست ہو گیا یہ کر کے ہمسری
مشہور ہے دلیروں میں تیری دلاوری ہاں آستیں الٹ کے دکھا ضرب صفدری
اک ہاتھ کٹ چکا ہے اجل سے دوچار ہے
محتاج ایک ہاتھ کا یہ نابکار ہے

گھوڑے نے جب یکایک زمیں پر رکھے قدم سینے کے بل تھا پشت پہ وہ بانی ستم
فوراً پڑی جو تیغ علمدار ذی حشم پہنچی جگہ میں کرتی ہوئی پسلیاں قلم
بس دھڑ سے یوں گرا کہ سر شاخ چھٹ گیا
رہوار تو نکل کے کئی کھیت ہٹ گیا

لب زین کے ہلے کہ ترا شکر کردگار سباہیں گرا اتر گیا میری کمر سے بار
گردن ہلا کے کہتا ہے گویا یہ راہوار پھینکے یونہیں خدا تجھے دوزخ میں نابکار
شیطاں جو رہنما ہوا راہ فنا ملی
کیوں اب تو خود سری کی ستمگر سزا ملی

تڑپا زمیں پہ گر کے جہاں جسم پہلواں واں لوٹتا تھا دست بریدہ بھی خونچکاں
نیچے دبی رہ گئی تھی جو شمشیر بے زباں وہ بھی مثال ماہی بے آب تھی تپاں
تھمتا نہ تھا جو دست ستمگار خاک پر
اٹھتی تھی اور گرتی تھی تلوار خاک پر

چلا رہے تھے دیکھنے والے یہ بار بار عبرت کا ہے مقام یہ دنیائے بے مدار
اعضا کی قبل حشر عداوت ہے آشکار خود ہاتھ اس کا تیغ اسی کی اسی کا وار
سچ ہے کہ اس زمانے میں ہے شر اسی طرح
اپنوں کے وار چلتے ہیں اکثر اسی طرح

وہ ڈر وہ اضطراب وہ کل فوج کا خروش بھولے ہوئے تھے مستیاں گردان بادہ نوش
سالم رہی تھی عقل نہ باقی تھے ہوش گوش گھبرا کے ہو گئی تھیں نگاہیں بھی چشم پوش
بے کار ہو گئے تھے جو ہتھیار پاس تھے
بے گرز ہاتھ اٹھائے تھے یہ بدحواس تھے

بے تیر جوڑے کھینچ رہا تھا کوئی کماں خنجر کوئی لیے تھا قلم جس کی تھی زباں
تانے تھا کوئی ڈانڈ کہ جس میں نہ تھی سناں روکے ہوئے تھا نصف سپر کوئی نیمجاں
بعضوں کو اپنی تیغ پہ مطلق نظر نہ تھی
قبضہ فقط تھا ہاتھ میں اور کچھ خبر نہ تھی

چاروں طرف تھا خوف بہشتی سے اضطراب
ہر کارخانہ بند تھا ہر کام تھا خراب
لشکر میں اہل پیشہ کو آنے کی تھی نہ تاب
خشک آبدار خانے تھے آ سکتا تھا نہ آب
پیاسا تھا ہر جواں سیہ بد صفات میں
سقے ڈبوئے دیتے تھے مشکیں فرات میں

بھاگڑ جو یہ شجاع نے دیکھی دم جدل!
نعرہ کیا کہ او پسر سعد پر دغل
حیراں ہوں میں تجھے تھا انھیں پر دلوں پہ بل
تنہا کے ڈر سے بھاگتے پھرتے ہیں دل کے دل
اب تک کوئی بچا نہیں اپنی نگاہ میں
بودے کہاں کے تو نے بھرے ہیں سپاہ میں

مجبور تو سمجھتا تھا دیکھا ہمارا قہر
جھجکیں نہ ہم اگر امنڈ آئیں ہزار شہر
کس جا چھپا دیئے ہیں وہ نام آور ان دہر
لے کہہ کے روک لیں ہمیں جاتے ہیں سوئے نہر
غیرت جنھیں ہے بات پہ وہ لوگ مرتے ہیں
کرنا ہے جو زباں سے وہ ہم کہہ کے کرتے ہیں

یہ بات کہہ کے باگ اٹھائی سمند کی
تیزی کمال برق کو بھائی سمند کی
میداں جو مل گیا تو بن آئی سمند کی
گرد قدم ہوا نے نہ پائی سمند کی
حیرت میں سب وہ آئے جو طائر تھے اوج کے
اڑ کر قریب آ گیا دریا کی فوج کے

غل ہر طرف اٹھا کہ ہے شہوار اب بچاؤ
بھاگو ہٹو کہ ہاتھ سے غازی کے امن پاؤ
افسر پکارتے تھے کہ مضطر ہو نہ جاؤ
چلا رہا تھا رعب کہ جلدی قدم اٹھاؤ
یوں دفعتاً دلیر ترائی میں آ گیا
گھوڑے بھگا کے شیر ترائی میں آ گیا

کچھ بھاگے کچھ تھمے بھی کہ روکیں جری کو ہم
ساحل کے پاس جم کے صفیں باندھ لیں بہم
ہاں بڑھ کے حملہ ور ہوئے عباسِ ذی حشم
ہر سو بپا ہوا کہ گری تیغ برق دم
مصروف آپ پھر ہوئے تیغ آزمائی میں
مچھلی سے لوٹنے لگے کشتے ترائی میں

دریا پہ جو پڑا تھا لبِ گور ہو گیا
گر کوئی پیل مست بھی تھا مور ہو گیا
ہر سمت بھاگ کا اک شور ہو گیا
پانی جو زور پر تھا وہ کمزور ہو گیا
نعرے سُنے جو ابنِ شہِ کائنات کے
گر گر پڑے دہل کے کگارے فرات کے

ساحل پہ چل رہی تھی جو شمشیرِ آبدار
مانندِ موج ہوتا تھا ہر صف کو اضطرار
بارش لہو کی ہوتی تھی ریتی پہ بار بار
بوچھار رہ کے پہنچتی تھی بالائے آبشار
کپڑے فقط نہ سُرخ ہر اک کینہ جو کے تھے
پانی کی چادروں میں بھی دھبے لہو کے تھے

ٹھنڈے شریر گھاٹ پہ ہوتے تھے بار بار
خود آبرو بچی ہوئی کھوتے تھے بار بار
نام اپنا نامدار ڈبوتے تھے بار بار
دریا پہ ہاتھ جان سے دھوتے تھے بار بار
چل سکتا زور کیا سپہ بے دریغ کا!
پانی چڑھا ہوا تھا بہشتی کی تیغ کا

گرتا تھا دمبدم لبِ جو خوں بر نئے خوں
کٹتے تھے سر کہ لوٹ رہے تھے سبوئے خوں
ساحل سے تہ کو جاتی تھی نہر بہائے لہو
مُردگاں پھر ابھرنے لگے پا کے بوئے خوں
اعدا کے قتل ہونے سے شادی کا جوش تھا
حدِ نظر تلک آبِ رواں سُرخ پوش تھا

اس کشت و خوں پہ آئی نہ تا دیر جب کمک کھا کر دباؤ ہٹ گئی سب فوج یک بیک
بگٹٹ فرس اڑائے سواروں نے بے دھڑک سناٹا دم میں ہو گیا حدِ نگاہ تک
جانوں کا تھا یہ پاس کہ سب نفر دور تھے
لاشے تھے کچھ شجر تھے فرس تھا حضور تھے

سنسان تھی ترائی کہ اک ہو کا تھا مکاں دریا کی تھی وہ شکل ڈرانی کہ الاماں
جن دیکھ لے تو خوف سے آئے لبوں پہ جاں زہرہ ہو آب ڈر سے جو ٹھہرے کوئی وہاں
گزرے ادھر سے تاب یہ تھی کس دلیر کی
پانی کا شور تھا کہ ڈکاریں تھیں شیر کی

وہ غیظ ابنِ ساقیِ کوثر کا اور وہ جنگ وہ جوش آبِ تیغ وہ پانی کا سرخ رنگ
فوجوں کے شور و شر سے جو دل ہو رہے تھے تنگ پی کر لہو کے گھونٹ نظر کرتے تھے نہنگ
گھاٹوں کے روکنے پہ جگہ تھی عتاب کی
اترا تھا خون آنکھوں میں اک اک حباب کی

لب تشنہ لبکہ ساقیِ کوثر کا تھا خلف گوہر نہ تھے پر آبلہ تھا قلبِ ہر صدف
چیں بر جبیں تھی نہر کہ موجیں تھیں صف بہ صف مچھلی ہر اک ابھر کے گراتی تھی منہ سے کف
مطلب یہ تھا کہ بند ہی پانی امامؑ پر
تف اس سپاہِ شوم پہ اور میرِ شام پر

تن کر صدا یہ دیتے تھے عباسؑ حق پرست او ابنِ سعد کیا ہوا دریا کا بندوبست
کہتا تھا تو تو حیدرِؑ صفدر کو زیر دست دی ان کے اک غلام نے کس طرح کی شکست
تنہا الٹ دیئے ہیں کئی شہر یا نہیں
کیوں چھین لی ہے لاکھوں سے یہ نہر یا نہیں

چاروں طرف جو فوج کے تھے دَل وہ کیا ہوئے
آئے تھے روم وشام سے جو بَل وہ کیا ہوئے
جن سے بھرا ہوا تھا یہ جنگل وہ کیا ہوئے
دریا پہ چھا گئے تھے جو بادل وہ کیا ہوئے
جو تھا ہمارے دل کا ارادہ وہ سب ہوا
پر حیف شیر ہاتھ نہ آیا غضب ہوا

آوازِ خضر آئی کہ اے آسماں مقام
تنہا یہ جنگ واہ یہ تھا آپ ہی کا کام
عرصہ نہ کیجے پھر نہ بڑھ آئے سپاہ شام
نہر اب ہی صاف خونِ نجس بہہ گیا تمام
شور اس وغا کا قاف سے تا قاف ہو گیا
بھر لیجے مشک آب رواں صاف ہو گیا

سُن کر یہ بات شیر در آیا فرات میں
گھوڑا مثالِ سیل اُتر آیا فرات میں
جلوہ عَلم کا جب نظر آیا فرات میں
سمجھیں یہ مچھلیاں قمر آیا فرات میں
اختر ہر اک حباب سر آب بن گیا
دریا کا پاٹ چادر مہتاب بن گیا

آئی نظر جو بعد کئی دن کے جوئے آب
بھر آیا غم سے قلب جگر بند بوتراب
یاد آگئی وہ پیاس وہ بچوں کا اضطراب
مشکیزہ بھر کے دوش پہ رکھا بصد شتاب
دریا سے تشنہ لب جو وہ غازی رواں ہوا
منھ دیکھ کر سوار کا تازی رواں ہوا

نکلا جو مشک لے کے علمدار نیک نام
ساحل کے پاس آ کے ہوئی جمع فوج شام
باگیں پھرا پھرا کے مڑے اشقیا تمام
پیاسے کے گرد ہو گیا لاکھوں کا اژدہام
تنہا وہ شیر ظلم کے جنگل میں چھپ گیا!
حیدر کا شیر شام کے بادل میں چھپ گیا

کس کس شقی کے وار کو روکے وہ نامدار
واں لاکھ تیر ظلم ادھر ایک جسمِ زار
اس حال میں بھی ہاتھ نہ رکتا تھا زینہار
گھر گھر کے فوج شام میں لڑتے تھے بار بار
گو زخم بے شمار تھے تن پہ دلیر کے
میلے مگر نہ ہوتے تھے تیور دلیر کے

ناگاہ دونو شانوں پہ تیغیں چلیں بہم
ہیہات تن سے دستِ مبارک ہوئے قلم
تڑپی زمیں پہ تیغ گرا خاک پر علم
تھا ما دہن سے مشک سکینہ کو ہو کے خم
ٹھہرا کے اسپ کو جو بڑھے رزم گاہ سے
تیر آئے دس ہزار عدو کی سپاہ سے

چاہا بہت کہ مشک کو لے جائیں تا خیام
کیا کرتے پر کہ چار طرف تھا ہجوم عام
مجبور ہو گئے کہ نہ تھی ہاتھ میں حسام
حربوں سے اہلِ ظلم کے تن چھد تھا تمام
گزرا کسی کا تیر جو مشکیزہ توڑ کے
کھینچی اک آہ دانتوں سے تسمہ کو چھوڑ کے

اس پر بھی باز آئے جفا سے نہ اہلِ شر
مارا کسی نے گرز ستم فرقِ پاک پر
گھوڑے سے گر کے خاک پہ تڑپا وہ نوحہ گر
آپس میں شور کرنے لگے اشقیا ادھر
مارا بڑے دلیر کو اب جنگ سر ہوئی
ہاں نوبتیں بجاؤ ہماری ظفر ہوئی

لو گر پڑا زمیں پہ جگر بند مرتضیٰؑ
لو اب حسینؑ ہو گئے بے یار و آشنا
ہاں تن سے کاٹ لو سر عباسؑ باوفا
آنے نہ پائیں لاش پہ سلطان کربلا
ایسے بھی معرکے کہیں عالم میں کم ہوئے
کن مشکلوں سے شیر کے بازو قلم ہوئے

حضرت نے جب یہ اہل ستم کی سنی صدا اک تیر تھا کہ صاف جگر سے گزر گیا
تڑپے زمیں پہ گر کے شہنشاہ کربلا اٹھنے لگے تو رو کے یہ فرزند سے کہا
اک چوٹ سی لگی ہے دل بے قرار میں
تھامو کہ ہاتھ پاؤں نہیں اختیار میں

بازو کا زور لے گئے عباسؑ ہائے ہائے کیسا یہ درد ہے مرے شانے کوئی دبائے
دشمن کو بھی نہ بھائی کا ماتم خدا دکھائے جانے وہی جو دل پہ یہ جانکاہ زخم کھائے
کوہ الم گرا ہے تن پاش پاش پر
بیٹا پدر کو لے چلو عمو کی لاش پر

پہونچی جو خیمہ گاہ میں حضرت کی یہ صدا چلائی در سے زینب مضطر کہ کیا ہوا
حضرت پکارے ہو گیا عاشق مرا جدا یہ نوبتیں خوشی کی بجاتے ہیں اشقیا
صدمہ ہے روح پر نہیں دل اختیار میں
جاتا ہوں اپنے شیر کو رونے کچھار میں

یہ سنتے ہی بپا ہوا رانڈوں میں شور و شین تڑپی کوئی تو رونے لگی کوئی کرکے بین
بیٹے کا ہاتھ تھام کے رن کو چلے حسینؑ ہر گام پر یہ کہتے تھے سلطان مشرقین
اکبر ادھر بڑھوں کہ ادھر آؤں کیا کروں
کچھ سوجھتا نہیں میں کدھر جاؤں کیا کروں

صورت یہ شاہ کی ہے کہ چہرہ تو زرد ہے اور گیسوؤں پہ دشت مصیبت کی گرد ہے
چلنے میں بار بار جگر میں یہ درد ہے لب پہ کبھی فغاں ہے کبھی آہ سرد ہے
تاریک ہے تمام زمانہ نگاہ میں!
پھر اک قدم پہ گر کے بیٹھے شہ راہ میں

چلنے میں لڑکھڑاتے ہیں جب پائے عرشہ دار　　گرتے ہیں بار بار سنبھلتے ہیں بار بار
فرماتے ہیں یہ سے یہ با چشم اشکبار　　بتیا کدھر ہی لاشۂ عباس نامدار
کچھ اور ظلم ہو نہ تن پاش پاش پر
پہونچا دو مجھ کو جلد برادر کی لاش پر

ناگاہ آئی شیر الٰہی کی یہ صدا　　آ اے حسینؑ نہر کی جانب شتاب آ
مضطر ہی تیرے ہجر میں عباسؑ مہ لقا　　کب سے تڑپ رہا ہی زمیں پر وہ باوفا
غش آ رہی ہیں اُس کو دم احتضار ہی
آنکھیں کھُلی ہوئی ہیں ترا انتظار ہی

دوڑے یہ سُنکے نہر کی جانب شہ انام　　دیکھا زمیں پہ لاشۂ عباسؑ نیک نام
روئے لپٹ کے اُس تن بے دست سے امام　　بھائی کے مُنھ کو دیکھ کے کرتے تھے یہ کلام
شانے قلم ہیں شکل تری خوں میں بھر گئی
اے شیر آہ تجھ پہ یہ آفت گزر گئی

کھولو تو آنکھیں اے مرے عباسؑ نوجواں　　دیکھو تو کب سے کرتے ہیں ہم نالہ و فغاں
بولو تو کچھ کہ ہم بھی ہیں اک دم کے میہماں　　بھیا بس اب نکلتی ہی تن سے ہماری جاں
کس کو سُنائیں ہم پہ جو صدمے گزر گئے
واحسرتا کہ تم سے نہ ہم پہلے مر گئے

چونکے یہ سُنکے غش سے علمدار باوقار　　دیکھا بغور سُوئے رُخ شاہ نامدار
آہستہ کی یہ عرض کہ اے کُل کے تاجدار　　حسرت کوئی نہیں مجھے عالم ہی کردگار
صد شکر سرخرو ہوا میں آگے آپ کے
سب کام میرے بن گئے صدقہ میں آپ کے

مولا یہ رو رہی ہیں پیمبر مرے لیے
ہیں بے قرار حیدرؑ صفدر مرے لیے
کرتی ہیں بین آپ کی مادر مرے لیے
سر پیٹتے ہیں حضرت شبّرؑ مرے لیے
موجود ہیں حضور بھی حاجت روائی کو
آئے ہیں پنجتنؑ مری مشکل کشائی کو

دیکھا رُخِ حضور بس اب کچھ الم نہیں
زخموں کا کچھ تعب نہیں مرنے کا غم نہیں
صدمہ مفارقت کا مگر مجھ کو کم نہیں
افسوس کوئی یاورِ شاہِ اُمم نہیں
جو پاس رہتے تھے وہ اس آفت میں دُور ہیں
غم ہے تو بس یہ غم ہے کہ تنہا حضور ہیں

ہاں اور ایک ہے یہ نہایت مجھے ملال
پیاسے رہے حضور کے اطفالِ خورد سال
پوچھے اگر سکینہ مجھے اے علیؑ کے لال
کہہ دیجیے گا تم سے وہ نادم رہے کمال
تیروں سے مشک چھد گئی سینہ فگار ہے
عمو تمھارا تم سے بہت شرمسار ہے

رونے لگے یہ کہہ کے علمدارِ تشنہ کام
کی ایک آہِ سرد کہ کانپا بدن تمام
تھرّائے ہونٹ کہہ نہ سکے اور کچھ کلام
ہچکی جو آئی خاک پہ تڑپا وہ نیک نام
آنکھیں پھرا دیں زیست کا نقشا بدل گیا
دیکھا رُخِ حسینؑ کو اور دم نکل گیا!

رحلت ہوئی جو بھائی کی بھائی کے سامنے
پیٹا سر اپنا سرورِ عالی مقام نے
اکبرؑ لگے حسینؑ کو تھک تھک کے تھامنے
رو کر کہا حسینؑ علیہ السلام نے
تھی جس سے زندگی وہ جہاں سے گزر گیا
اس نوجواں کے مرنے سے شبیرؑ مر گیا

ہیہات ہم سے قوتِ بازو جدا ہوا ہے ہے ہمارا زینتِ پہلو جدا ہوا
واحیف وا دریغ یہ مہرو جدا ہوا داغ بتا برادرِ خوشخو جدا ہوا
غربت میں کون ساتھ دے مجھ خستہ حال کا
صد حیف ساتھ چھٹ گیا بتیس سال کا

اب کس طرح بتاؤ کہ خیمہ میں جاؤں میں پوچھے سکینہ گر تو اُسے کیا بتاؤں میں
یہ مشک خوں بھری اُسے کیونکر دکھاؤں میں اے کاش موت آئے یہیں سر کٹاؤں میں
بہتر ہے ہم بھی گر یہیں بے سر ہوں خاک پر
لاشے بھی بھائیوں کے برابر ہوں خاک پر

اکبرؑ نے کی یہ عرض کہ اے قبلۂ اُمم رونے سے جی اُٹھیں گے نہ عباسؑ ذی حشم
بہتر یہ ہے کہ خیمے میں لے چلیے یہ علم سر پیٹتی ہیں ڈیوڑھی پہ سب بی بیاں بہم
گھر سے کہیں نہ اہلِ حرم سب نکل پڑیں
ایسا نہ ہو کہ حضرتِ زینبؑ نکل پڑیں

اُٹھے یہ سُنکے خاک سے سلطانِ بحر و بر باندھی علم سے مشکِ سکینہ بچشمِ تر
رایت اُٹھا کے لے چلے اکبرؑ جو دوش پر تھے ساتھ ساتھ سبطِ پیمبرؐ برہنہ سر
نعرہ یہ تھا کہ قتل علمدار ہو گیا
ہے ہے حسینؑ بیکس و بے یار ہو گیا

فضہ کھڑی تھی خیمہ کے در پہ برہنہ پا دیکھا علم تو دوڑ کے رانڈوں کو دی صدا
ہے ہے علم تو لاتے ہیں ہمشکلِ مصطفےٰؐ سر ننگے ساتھ ساتھ ہیں سلطانِ کربلا
خوں میں بھرا نشانِ غم آتا ہے صاحبو
بیٹھے ہو کیا اُٹھو علم آتا ہے صاحبو

فضہ یہ کہہ رہی تھی کہ آئے شہ اُمم — اکبر نے لا کے گاڑ دیا صحن میں علم
زینب کے گرد روتے تھے سر پیٹ کے حرم — چلاتی تھی یہ بالی سکینہ بہ درد و غم
اندھیر ہے کہ جہاں مجھے کچھ سوجھتا نہیں
ہے ہے علم تو آیا ہے میرے چچا نہیں

ہے ہے فرات سے مرا سقا کدھر گیا — عاشق کدھر گیا مرا شیدا کدھر گیا
بازوئے ابن فاطمہ زہرا کدھر گیا — وہ جاں نثار سید والا کدھر گیا
ہے ہے یہ کیسی آج مصیبت گزر گئی
ہے ہے یہ پانی مانگنے والی نہ مر گئی

اس بین سے حرم میں ہوئی اک دھڑا دھڑی — ماتم تھا دمبدم تو فغاں تھی گھڑی گھڑی
چلاتی تھی کوئی یہ مصیبت بڑی پڑی — زینب کے پاس زوجہ عباسؑ تھی کھڑی
صدمہ جو تھا پدر کا دل دردناک پر
بیوہ کے دونو لال تڑپتے تھے خاک پر

غل تھا کہ ہائے شہ کا علمدار مر گیا — نور نگاہ حیدر کرار مر گیا
حضرت کے گھر کا مالک و مختار مر گیا — ہے ہے علیؑ کے لال کا غمخوار مر گیا
سادات کس بلا میں گرفتار ہو گئے
ہے ہے حسینؑ بیکس و بے یار ہو گئے

بس اے وحید طول ہوا روک لے قلم — ماتم کا شور ہے تہ و بالا ہے بزم غم
لیں چاہیئے ثنائے علمدار ذی حشم — کہتے ہیں جوہری بھی کہ نایاب ہے رقم
کیوں ہو نہ شور چار طرف اس کلام کا

۴۸۶

مرثیہ

در حال حضرت فاتح خیبر قاتل مرحب و عنتر امیر المومنین علیہ السلام

ہاں اے قلم بہار دکھا کارزار کی

(بند ۱۲۳)

ہاں اے قلم بہار دکھا کارزار کی
تصویر کھینچ جنگ شہ ذوالفقار کی
بندش نئی ہو معرکۂ گیر و دار کی
کھل جائیں تیزیاں سخن آبدار کی
یوں نظم وصف تیغ جلالت مآب ہوں
دل کیا کلیجے صف زبانوں کے آب ہوں

تصویر کھینچ وحشت جدال و قتال کی
صورت دکھا علیؑ ولی کے جلال کی
پھر جائے شکل آنکھوں میں اس باکمال کی
رفعت نمود ہو سخن بے مثال کی
مصرع ہر اک بلند ہو اس طرح بزم میں
تیغیں کھنچی ہوئی نظر آجائیں رزم میں

مختار ذوالفقار جناب امیرؑ ہیں
ضرغام کردگار جناب امیرؑ ہیں
عالم کے تاجدار جناب امیرؑ ہیں
جرار روزگار جناب امیرؑ ہیں
لرزاں ہیں سب شجاع شجاعت کے شور سے
سرکش ہزاروں زیر ہوئے اک کے زور سے

عالم کے دستگیر جناب امیرؑ ہیں　بے مثل و بے نظیر جناب امیرؑ ہیں
کونین کے امیر جناب امیرؑ ہیں　سلطان نبیؐ، وزیر جناب امیرؑ ہیں
مولاؑ کو اختیار سفید و سیاہ ہے
ان کا بھی حکم حکم رسالت پناہ ہے

حق کے ولی علیؑ ہیں محمدؐ ہیں گو حبیب　مرسل وہ یہ امام وہ نائب ہیں یہ منیب
وہ گل ریاض قدرت حق کے یہ عندلیب　نزدیک تر وہ ان سے یہ ان سے بہت قریب
تھرائے قلب ڈر سے نہ کیوں ہر جہول کا
حقا کہ ضرب ان کی ہے سکہ رسولؐ کا

محبوب حق سے تھے نہ کسی حال میں جدا　یا خدمت رسولؐ تھی یا طاعت خدا
در پیش جب مہم ہوئی جب معرکہ پڑا　گہہ تیغ تھے کبھی تو کبھی حفظ مصطفٰےؐ
پیش نبیؐ جہاد یہ ہر دم چڑھے رہے
ہر جنگ میں علم لیے آگے بڑھے رہے

بازو جسے جہان میں حیدرؑ سا دے خدا　سشدر وہ باب فیض کسی باب میں ہو گیا
ہے راویوں نے متفق اللفظ یوں لکھا　یعنی چڑھے جو غزوہ خیبر پہ مصطفٰےؐ
سب ناصران سرورِ ذیجاہ ساتھ تھے
وجہ زماں سے پر نہ ید اللہ ساتھ تھے

حصن حصیں تھا سر بفلاک مثل کوہ قاف　آواز دیو زاد کی پہونچے جہاں صاف
تیر نظر بھی عجز کا کرتے تھے اعتراف　یعنی اہم یہ چلّہ کشی ہے خطا معاف
شہباز نصف راہ سے باز آ کے پھر پڑے
گر مرغ وہم اڑے بھی تو شل ہو کے گر پڑے

تھا فرطِ ارتفاع سے تاریک قلعہ سب — تا نصفِ روز رہتی تھی ہر روز اس میں شب
آتا تھا مہر پاس خطِ استوا کے جب — کہتے تھے اہلِ قلعہ کہ وقتِ سحر ہوا اب
اللہ رے اوج کاخِ ضلالت مآب کا
ہوتا تھا دوپہر میں گزر آفتاب کا

تھا کوہِ آہنی سے گراں تر درِ حصار — فولاد کے کواڑ جِلادار آبدار
وسعت بھی اس قدر تھی کہ ہنگامِ کارزار — باہر ہزار شخص نکل آئیں ایک بار
رستم کے دل کو تاب نہ واں تک گزر کی تھی
پیچیدہ اژدہا تھا کہ زنجیر در کی تھی

جب مل کے زور کرتے تھے چالیس پہلواں — کھلتا تھا جزو صدر سے تب وہ درِ گراں
ہوتا تھا شور کھلنے میں اس کے جو ہر زماں — وجہ تو یہ جو اس کی ہے وہ صاف ہے عیاں
گردش میں بیقرار جو ہوتی تھیں مار سے
چولیں پناہ مانگتی تھیں کردگار سے

تھا اس حصارِ شوم میں وہ لشکرِ گراں — یکتائے روزگار تھا اس میں ہر ایک جواں
عفریت زور ساتیں ایک ایک پہلواں — شکلیں مہیب وہ قد و قامت کہ الاماں
رستم نہ روک سکتا تھا ان کی حسام کو
اطفال جانتے تھے نریمان و سام کو

دیکھا قریب لشکرِ دیں کو جو ایک بار — کفار در کو کھول کے نکلے کئی ہزار
تلواریں دو طرف کو کھنچیں پھر کارزار — ہر سو بڑھے بگیر و بزن کی ہوئی پکار
لا یعنی واں سخن تھے ہر اک بدخصال کے
نعرے ادھر سے ہوتے تھے یا ذوالجلال کے

تیغیں برس رہی تھیں کہ اللہ کی پناہ دریا لہو کے بہتے تھے مابین رزم گاہ
لاشوں کے ڈھیر معرکے ہوئے تھے اماں کی راہ راہ خدا کی جنگ سے احمدؐ کے خیر خواہ
گاڑے تھے پاؤں تیغوں سے منہ موڑتے نہ تھے
ثابت قدم یہ تھے کہ جگہ چھوڑتے نہ تھے

زیر حصار نہر کی تھی کافروں سے جنگ نازل تھی بام قلعہ سے آفت پہ بے درنگ
آتے تھے مثل فوج ملخ پے بہ پے خدنگ پڑتے تھے مینہ کی طرح سے اس دم کلوخ و سنگ
ساماں یہ تھے جو لشکر اہل عناد میں
کام آ گئے تمام مجاہد جہاد میں

آئے پلٹ کے چند جواں پیش مصطفیٰ غمگین و دل شکستہ و محزون و بے نوا
حال شکست لشکر اسلام جب سُنا صدمہ رسولؐ پاک کو حد سے سوا ہوا
تدبیر فتح آئی نہ تھی کچھ خیال میں
گزری تمام شب اسی رنج و ملال میں

گزرا جو حادثہ یہی لشکر پہ چند بار غم سے ہوئے محمدؐ ذیجاہ بیقرار
اُٹھے جو ہاتھ بہر دعا پیش کردگار آئی صدائے شہپر جبریل نامدار
مغموم و دل گرفتہ جو پایا جناب کو
مژدہ دیا پہونچ کے رسالتمآبؐ کو

کی عرض اے پیمبرؐ ذیجاہ و محترم ہے یہ پیام جانب حق سے پے کرم
خیبر کے باب میں نہ کرو فکر دم بدم بازو ملا ہے تم کو ید اللہ ذی حشم
جرأت میں زور و ضرب میں یکتائے عصر ہے
فتح حصار حیدرؑ صفدر پہ حصر ہے

گزرے جہاں میں جتنے پیمبر بصد وقار مخفی تھے ان کے ساتھ ید اللہ نامدار
لیکن تمھیں خدا نے دیا ہے وہ اقتدار ہر دم تمھارے ساتھ ہے وہ شیر کردگار
مفتاح قفل فتح و ظفر اس کے ہاتھ ہے
ہمراہ جس کے وہ ہے خدا اس کے ساتھ ہے

آساں ہیں مشکلات جہاں اس کے سامنے یکساں ہیں آشکار و نہاں اس کے سامنے
پیتے سے کم ہے پیل دماں اس کے سامنے ہے برگ کاہ کوہ گراں اس کے سامنے
جنات سے ہو جنگ تو قدموں کو گاڑ کے
اک دم میں کوہ قاف کو پھینکے اکھاڑ کے

آگاہ ہو کہ دیر مناسب نہیں ہے اب بہر جہاد جلد علیؑ کو کرو طلب!
کھنچ جائیں گی زمیں کی طنابیں بحکم رب پل بھر میں ہو گا یاں وہ جری یاشہ عرب
درفع رمد بھی چشم زدن میں حصول ہے
اس کی دوا لعاب دہان رسولؐ ہے

ارشاد حق کو سن کے ہوئے شاد مصطفا کعبہ کی سمت شکر کا سجدہ کیا ادا
پھر تین بار سوئے مدینہ یہ دی صدا جلد آؤ یا علیؑ ولی ضیغم خدا
دل مضطرب ہے زینت پہلو کے ہجر میں
بے دست و پا رسولؐ ہے بازو کے ہجر میں

دے کر صدا اُمڈ رہے تھے رسولؐ فلک وقار جو گرد اٹھی مدینہ کی جانب سے ایک بار
بولے نبیؐ سے ہنس کے یہ جبریل نامدار لیجیے ہوئے وہ جلوہ نما شاہ ذوالفقار
ظاہر ہوا غبار سے یوں رخ جناب کا
مشرق سے جس طرح ہو ظہور آفتاب کا

ناگہ قریب سرورِ گردوں سریر آئے | دُلدُل پہ کس حشم سے جناب امیر آئے
لشکر میں غل ہوا کہ نبیؐ کے وزیر آئے | لو بہرِ فتح قلعہ شیر قلعہ گیر آئے
ضربوں سے اب ہلے گا یہ طبقہ زمین کا
جھنڈا گڑے گا آج سے خیبر میں دین کا

رہوار سے اُتر کے جھکے جب پئے سلام | تعظیم کی رسولؐ خدا نے با احترام
رو کر گلے لگا لیا با شفقت تمام | چہرہ ہوا وفورِ بشاشت سے لالہ فام
کس پیار سے دہن تھا دہن کے قریں کبھی
رخسار چومتے تھے کبھی اور جبیں کبھی

آنکھوں کو عین لطف سے پھر چوم کر کہا | اے نور چشم کیجئے وا چشم حق نما
پھیرا جو تیلیوں پہ زباں کو بصد عطا | اک پل میں پائی نرگسِ بیمار نے شفا
یاں کب نزول رحمت ربّ صمد نہ تھا
دیکھا جو غور سے تو نشانِ رمد نہ تھا

بولے علیؑ سے روح امیں ہو کے شادماں | صحت مبارک آپ کو اے علیؑ زماں
فرمایا مصطفےٰ نے کہ اے میرے تن کی جاں | تم فضل حق سے فتح کرو قلعۂ گراں
راضی خدا بھی شاد رسولؐ خدا بھی ہو
مشکل کشا بھی آج سے خیبر کشا بھی ہو

اُٹھے جناب حیدرؑ صفدر بکروفر | بہر جہاد راہ خدا چست کی کمر
رکھی جو ذوالفقار خدا داد دوش پر | بالیدہ ہو کے جھک گئی تسلیم کو ظفر
آگے بڑھے جو آپ نبیؐ کا علم لئے
[illegible]

دُلدُل کے پاس آئے جو سلطان اوصیا کس شان سے کمر میں رکھا دامن قبا!
چڑھنے لگے فرس پہ تو ہاتف نے دی صدا بسم اللہ اے امیر عرب شاہ لافتا
احمدؐ نے خود سوار کیا اس جناب کو
روح الامین نے دوڑ کے تھاما رکاب کو

لی باگ ایڑ کر کے جو دلدل سوار نے پائی نہ گرد ابلق لیل و نہار نے
ٹپکائے اشک شرم سے ابر بہار نے برسائی خاک قلعہ پہ اُٹھ کر غبار نے
یعنی ابوتراب کو عزم نبرد ہے
اک دم میں اب یہ حصن حصین گرد برد ہے

شمعون نام کاہن ذی علم وذی کمال بیٹھا تھا برج قلعہ میں سونچے ہوئے مآل
دیکھی جو شان و شوکت ضرغام ذوالجلال پہچان کے ہر ایک سے بولا وہ نیک فال
صفدر ہے صف شکن ہے قوی ہے دلیر ہے
دیکھو کنندۂ در خیبر یہ شیر ہے

احمدؐ کا ہے وزیر تو شاہوں کا ہے یہ شاہ ہے وہ سیاہ بخت نہ ہو جس سے اس کو راہ
گردش میں ہے ہر اک کا ستارا نہیں رفاہ بھاری ترے حساب سے تم سب پہ ہے یہ ماہ
طالع ہیں بد دغا کا ہر اک بند و بست ہے
دست علیؑ سے خیبریوں کی شکست ہے

یہ کہہ کے برج سے وہ گرا خود سوئے امام اس عزم سے کہ پائے مبارک پہ ہوں تمام
مافی الضمیر سے تھے جو واقف شہ انام دوڑے بڑھا کے دست مبارک سوئے غلام
بیعت ہو یوں نصیب یہ بخت رسا میں تھا
کاہن کا ہاتھ پنجۂ دست خدا میں تھا

پہونچا کے اس کو پیش رسول فلک سریر — آئے قریب قلعہ شہنشاہ قلعہ گیر
در کھول کر اُدھر سے بڑھا لشکر شریر — تھا سرگروہ فیل گراں مرحب شریر
چار آئینہ میں جسم زباں ریغ سرپو تھا
فولاد کے حصار میں محصور دیو تھا

سایہ کی طرح ساتھ تھا حارث سا پہلواں — جنات جس کے خوف سے ہوں قاف میں نہاں
سرہنگ فیل پیکر و بدمست و بدزباں — آواز تھی کہ رعد کرے شور الاماں!
ایماں سے بے خبر تھا شقی تھا لئیم تھا
مرحب سے بھی دو چند لحیم و شحیم تھا

پتھر کا خود سر پہ جو رکھے تھا وہ لعیں — سنگین تھا جرم کفر پرستی سے بھی کہیں
کہتے تھے اس کو دیکھ کے دیندار مومنیں — بالائے کوہ برج کلیسا کا ہے یقیں
دین نبیؐ سے ہاتھ ستمگر اُٹھائے تھا
کافر گھر آج کفر کا سر پہ اُٹھائے تھا

کالی بلا تھی پشت سے لپٹی ہوئی سپر — کہتی تھی تیرہ بخت ترا دھیان ہے کدھر
دامان کفر چھوڑ کہ آفت سے ہو مفر — دور محمدیؐ ہے تجھے کیا نہیں خبر
دل میں یہ عزم ہے کہ علیؑ سے وغا کرے
دونوں جہاں میں منھ ترا کالا خدا کرے

مرحب کے حکم سے وہ چلا بہر کارزار — بڑھ کر کیا مقابلہ شاہ نامدار
نعرہ کیا کہ آج میں ہوں فخر روزگار — اے نوجوان و صفدر و جرار ہوشیار
ٹکڑے کرے پہاڑ کو میری وہ سیف ہے
یہ حسن یہ شباب ترا جائے حیف ہے

فرمایا ہنس کے وار تو کر کوئی او بخیل   کوتاہ تو ہی عقل کا قد گرچہ ہی طویل
او سگ خدا کے شیر کے آگے یہ قال و قیل   تو پیل زور ہی تو خدا ہی مرا کفیل
مقہور شر کو زیر یہ دیکھا ہی خیبر سے
اصحاب فیل پست ہوئے حیدر طیر سے!

پائیں ظفر شجاع جہاں لے کے جس کا نام   خواہاں مدد کا ہو وہ مددگار خاص و عام
تیری تو کیا بساط ہی اے دیو تیرہ فام   سب خلق اک طرف ہو تو چھوٹے نہ یہ مقام
آگے بڑے نہ خوف سے وہ رُکن دیں تھمے
بالائے آب جس کے قدم سے زمیں تھمے

پہچانتا نہیں مجھے او مست بے ادب   باعث ہی انقلاب جہاں کا مرا غضب
ہی مرتضیٰ تو نام اسد ہی مرا لقب   کہتے ہیں بوتراب بھی دست خدا بھی سب
حیدرؑ بھی ایلیا بھی خدا کا ولی بھی ہوں
مشہور تا بہ عرش معلےٰ علیؑ بھی ہوں

کل ملتوں کا ناسخ وہ ماحی ہی مصطفےٰ   خیر الوریٰ شفیع جزا نائب خدا
وہ فخر انبیا ہی تو میں خیر اوصیا   دین نبیؐ کو دی ہی مری تیغ نے جلا
بیش الہ شرک نہایت رکیک ہے
مشرک زباں سے کہہ کہ خدا لا شریک ہے

ناری کو آگ لگ گئی سن کے یہ بیاں   دل پھنک گیا دہکنے لگے تن کے استخواں
گلخن شکم زبانہ آتش بنی زباں   مثل تنور منھ سے نکلنے لگا دھواں
سوز دروں سے وہ حطب سوختہ ہوا
رخ لال ہو گیا یہ برافروختہ ہوا

خون تن میں اوٹنتا تھا حرارت سے بار بار   سوزاں رگیں تنی ہوئی آہن کے جیسے تار
تھیں پتلیاں سیاہ جو بے دیں کی آشکار   آنکھیں ہوئی تھیں سوز عداوت سے داغدار
دم بھر میں داخلہ تھا وہاں اُس لئیم کا
مالک نے بڑھ کے کھول دیا در جحیم کا

آیا قریب تر جو وہ بدمست و بدسیر   گرز ثقیل جھوم کے تانا بہ کروفر
دست قوی کھنچا طرف پشت اس قدر   پہونچا دم فرس پہ عمرو گراں کا سر
ڈر تھا کریں نہ وار اسد ذوالجلال بھی
نامرد دستِ چپ میں اُٹھائے تھا ڈھال بھی

نعرہ کیا کہ سر پہ بلا آئی ٹالیے   تدبیر کوئی بچنے کی اس دم نکالیے
مُہلت نہیں جو ہاتھ بھی قبضہ پہ ڈالیے   جب جانیں اس پہاڑ کا لنگر سنبھالیے
خارا شکن یہ گرز یکایک جو آ رہا ہے
سر چور ہو کے دیو کا سینہ میں جا رہا ہے

لایا بزور جھوم کے جب گرز گاؤ سار   دبکا لچک گئی کمر رخش نابکار
پہونچا تھا وار کمر کے برابر جو ایک بار   پھرتی سے مڑ گئے شہ دیں جانب یسار
لنگر سے جھک گیا وہ ستمگار زین پر
غیرت سے سر عمرو نے ٹیکا زین پر

حیدر پکارے دیکھ شقی ٹل گئی بلا   کیوں سرنگوں ہوا کہ نہیں بانی جفا
ٹیکا اٹھا کے حوصلہ باقی ہی کچھ تو آ   دیکھی یہ ضرب تیغ کے جوہر بھی کچھ دکھا
سب وار اپنے رد یونہی گمراہ دیکھنا
پھر تو بھی ایک ضرب ید اللہ دیکھنا

کاٹھی سے لی شریر نے تیغ شرر فشاں   اژدر کے منہ سے آگ کا شعلہ ہوا عیاں
طائر ہوا کے ڈر سے ہوئے ہر طرف رواں   آواز گورِ سام سے آئی کہ الاماں
جوہر نہ آشکار تھے اُس برق تاب میں
لہرا رہے تھے افعیِ خونخوار آب میں

بڑھ بڑھ کے وار کرنے لگا جب ستم شعار   ہنس ہنس کے روکنے لگے مختار ذوالفقار
ناری تھا یا کہ شعلۂ جوالہ بیقرار   تھی قطبِ دیں کے پاؤں کو جنبش نہ زینہار
یوں بار بار کرتے تھے رد اُس شقی کی چوٹ
جیسے پھنکیت روکتے ہیں مبتدی کی چوٹ

آئی جو سوئے فرقِ علیؑ تیغ شعلہ ور   لی بڑھ کے خوب حیدرِ صفدر نے ڈھال پر
اللہ رے زورِ دست زبردست خیرہ سر   لکھا ہے یہ کہ ایک وجب کٹ گئی سپر
گردش ہوئی جو ضرب امامِ انام کو
آنکھیں دکھا کے ڈھال نے توڑا حسام کو

لو ذوالفقار میاں سے کھینچی حضور نے   جھپکا یا چشم حارث بے دیں کو نور نے
دامن اُدھر سمیٹ لیا کوہِ طور نے   گوشہ میں چھپ کے جان بچائی غرور نے
یہ ڈر بڑھا کہ رعد کی طاقت بھی گھٹ گئی
بجلی بھی یا علیؑ دلی کہہ کے ہٹ گئی

غیظ و غضب میں ہاتھ اٹھایا باحتشام   جھجکا سپر کو فرق پہ رکھ کر وہ تیرہ فام
جلدی مڑا کہ میاں سے لوں دوسری حسام   کافر کے سر پہ چل گئی یاں ضربتِ امام
ٹھہری نہ خود میں نہ زرہ میں نہ زین میں
دو کر کے ذوالفقار در آئی زمین میں

تکبیر کہہ کے جوش میں جھوما وہ شیر رب — بڑھ آئے تہنیت کو مجاہد بصد ادب
کھولے ہر اک نے مدح و ثنائے علیؑ میں لب — بڑھ بڑھ کے چومے دست ید اللہ با ادب
چاروں طرف ثنائے شہ ذوالفقار تھی
احسنت کی زمیں سے فلک تک پکار تھی

اللہ رے دین پاک محمدؐ کا احترام — کونین کا ہے فخر وہ شاہ فلک مقام
سُن لیں وقار حیدر صفدر کو خاص و عام — ہے جن کی منزلت میں پیمبرؐ کا یہ کلام
پہچانا اس کو کب ہے کسی نامدار نے
میں نے علیؑ کو جانا ہے یا کردگار نے

عرش خدا ہے گوشہ کاشانۂ علیؑ — وسعت بہشت کی ہے جلو خانۂ علیؑ
حوریں ہیں محوِ شوکت شاہانۂ علیؑ — روح القدس کی روح ہے پروانۂ علیؑ
نور ان کا شش جہت میں ہے قدسی گواہ ہیں
یہ روشنیِ شمع حریمِ الٰہ ہیں !

سارے فلک ہیں شیفتہ روئے بوترابؑ — شاہانِ شیر دل ہیں سگ کوئے بوترابؑ
محراب کعبہ خم ہے کہ ابروئے بوترابؑ — اس دل پہ خاک ہے جو نہ ہو سوئے بوترابؑ
کیا فائدہ جو ایک فریضہ ہوا نہیں
کعبہ سے منحرف ہے تو سجدہ روا نہیں

جلوہ خدا کے نور کا پیدا علیؑ سے ہے — جو بات ہے نہاں وہ ہویدا علیؑ سے ہے
روشن ہر ایک دل کا سویدا علیؑ سے ہے — حاصل مراد شاہد و شیدا علیؑ سے ہے
گر ملتجی جناب سے ایک بالشتہ ہو
یوسفؑ کو نقد جاں سے زلیخا عزیز ہو

ہنگام حرب و ضرب میں صمصام کردگار — ضیغم شکار و صفدر و ضرغام کردگار
ہمدم رسول پاک کے ہمنام کردگار — میر قضا مروج احکام کردگار
طالع انھیں کے حکم سے دونوں جہان ہیں
یہ خالق جلیل کی گویا زبان ہیں

آفاق میں ہے راحت روح رواں یہ نام — ہو کیوں نہ نقش دل یہ کہ ہے حرز جاں یہ نام
ہے جوشن حفاظت پیر و جواں یہ نام — پیری میں بھی ہے باعث تاب و تواں یہ نام
والی ہے سب کا وہ جسے حق نے ولی کہا
قوت دوچند ہو گئی جب یا علی کہا

جلوہ علیؑ کا دیکھ کے شرمائے آفتاب — وقت جلال خوف سے تھرائے آفتاب
اک بار حکم رجعت اگر پائے آفتاب — سو بار جا کے غرب سے پھر آئے آفتاب
اعجاز گر دکھائیں تو مردم عجب کریں
اک پل میں شب کو دن کریں اور دن کو شب کریں

شیر اللہ کا نہ ہوا خواہ ہو اگر — پھر گلشن جہاں میں نہ سرسبز ہو شجر
جھومیں نہ عشق میں تو نہ شاخیں ہوں بارور — خامی کرے ولا میں تو پختہ نہ ہو ثمر
بلبل نہ خوشنوا ہو جو یہ گفتگو نہ ہو
الفت نہ ہو علیؑ کی تو پھولوں میں بو نہ ہو

رتبہ نہ کچھ کھلے گا جو مشکل کشا کہوں — ہے وصف کم سے کم جو سوا سے سوا کہوں
کیا تاب ہے جو مثل نصیری خدا کہوں — یا ذوالجلال اس ترے بندے کو کیا کہوں
لاریب فیہ ذات تری لاشریک ہے
دست خدا کہوں گا کہ یہ قول ٹھیک ہے

اہل نظر پہ حب علیؑ فرض عین ہے عالم میں جس کے فیض سے بہ زیب زین ہے
عین عطائے فاتح بدر و حنین ہے نور جبیں سے روشنی مشرقین ہے
ہو چشم واشت ان سے ہر اک پیل و مور کو
بینا ہو چشم لطف سے دیکھیں جو کور کو

شیر خدا سے کوئی بہادر نہ تھا بڑا میداں سے بے ظفر نہ ہٹا جب قدم گڑا
محبوب حق کے وقت میں جو معرکہ پڑا تنہا خدا کی راہ میں وہ با خدا لڑا
آگے سبھوں کے نول کے تیغ دو سر رہے
ہر جنگ میں رسولؐ خدا کی سپر رہے

ہاں اے قلم تلاطم محشر دکھاوے پھر آثار قہر حضرت داور دکھاوے پھر
تابندہ برق تیغ دو پیکر دکھائے پھر پھر معرکہ ہو ضربت حیدر دکھاوے پھر
پھر الاماں ہو اہل زمیں کی زبان پر
پھر شور الحفیظ اٹھے آسمان پر

احوال جنگ ضیغم یزداں ہو اے قلم کانپے جگر عیاں ہو وہ ہیبت دم رستم
کاغذ سیاہ ہو اس ہو اس طرح سے قدم جیسے اسد ٹہلتا ہو میداں میں دمبدم
شور صریر سے نہ ہو دل اختیار میں
غائی ہو کہ شیر گونج رہا ہو کچھار میں

اے تیغ برق تاب علیؑ پھر چمک دکھا کافر ڈسں شعلہ دوزخ ایک دکھا
پھر دمبدم تلاطم جن و ملک دکھا پھر تہلکہ میان سما و سمک دکھا
مرحب لڑے گا جنگ کا پھر بند و بست کر
رکن رکین قلعہ خیبر کو پست کر

اے چرخ پیر اپنی سپر کو سنبھال پھر مختار ذوالفقار کو آیا جلال پھر
گیتی کے زلزلے سے ہلیں گے جبال پھر کون و مکاں میں حشر کا ہے احتمال پھر
دست خدا چڑھائے ہے چاک آستین کے
تھامے رہیں ملائکہ طبقے زمین کے

ہوتا ہے حملہ ور اسد کردگار پھر لیتا ہے باگ سرورِ دُلدل سوار پھر
ہلتی ہے کافروں پہ علم ذوالفقار پھر خیبر میں ہے مقابلۂ نور و نار پھر
برہم ہے پھر مزاج شہ قلعہ گیر کا
حملہ یہ دوسرا ہے جناب امیرؑ کا

دیکھی جو لاش حارث بے دیں کی ایک بار جھوما بہ قہر مرحب بدمست و بد شعار
منھ تمتمایا غیظ سے کانپا بحال زار ثابت ہوا کہ پیل دماں کو چڑھا بخار
سرہنگ کے مزاج میں گرمی چڑھی ہوئی
دل میں دغا کا جوش حرارت بڑھی ہوئی

ژولیدہ و کرخت پریشان وہ سر کے بال تھا جس پہ دودِ آہِ غریباں کا احتمال
ہوتا نہ کیوں بلا میں گرفتار بد خصال تھے بال دوش پر کہ گناہوں کا تھا وبال
شیطاں کی چشمکیں تھیں رُخِ حیلہ ساز پر
وہ جا تھی رشتِ خندہ کی ریش دراز پر

وہ ڈیل ڈول کوہ سا اور شکل وہ کریہہ کج خلق و کفر پیشہ و بد نیت و سفیہ
دیو سیاہ سامنے جس کے کہیں کہ ہیہ شیطاں کی خصلتیں مگر انسان کی شبیہ
جائے جدھر وہ شوم خرابی ہو دین کی
ہو سلب دفعتہً برکت آسماں زمین کی

قصہ لعیں کے قد و قامت کا ہے طویل   بے مثل فربہی میں تو قوت میں بے عدیل
زانو پہ ہاتھ مارتا تھا اس طرح ذلیل   خرطوم وقت غیظ ٹپکتا ہو جیسے فیل
تھا شور دیکھ کر اُسے خیبر کُشا کے پاس
شعلہ بھڑک رہا ہے خلیل خدا کے پاس

ناگہ پئے مجادلہ بیداد گر بڑھا   دست قوی میں گرز گراں تول کر بڑھا
واں سے تو وہ شریر پئے کر و فر بڑھا   تن کر ادھر سے نائب خیر البشر بڑھا
جھوما غضب میں وہ رُخ حیدر کو دیکھ کر
حیدر بھی مُسکرائے ستمگر کو دیکھ کر

لو بت کدہ ہے کعبۂ ایماں کے سامنے   دوزخ عیاں ہے روضۂ رضواں کے سامنے
نمرود ہے وہ موسیٔ عمراں کے سامنے   دیو سیہ کھڑا ہے سلیماںؑ کے سامنے
پیش امام پاک غضب میں رذیل ہے
کوثر کے پاس جوش میں دریائے نیل ہے

واں جن کا زور قوتِ دست خدا ادھر   شیطاں اُدھر ہے پشت پہ جبرئیل ادھر
قہر اُس طرف ہے رحمتِ رب عُلا ادھر   ساحر اُدھر ہے سرور معجز نما ادھر
واں پیچ و تاب، غیظ کے آثار اس طرف
مرحب اُدھر ہے، حیدر کرار اس طرف

اے شیر حق جلال جہاں آفریں دکھا   دو ٹکڑے ایک ضرب میں جسم لعیں دکھا
او با کفر جلوۂ اقبال دیں دکھا   شانِ نزول آیۂ فتح مبیں دکھا
ہاں شور لا فتیٰ ہو فلک پر وہ کام کر
زد پہ حریف آ گیا قصہ تمام کر

اونچی ہوئی چمک کے جو تیغ شرر فشاں   خود برق نے تڑپ کے صدا دی کہ الاماں
قدسی پکارتے تھے کہ یا حافظ جہاں   جھکتا تھا آسماں سے لپٹنے کو آسماں
مہر مُبیں کو یاس تھی اپنے عروج سے
بھاگے نکل نکل کے ستارے بروج سے

دُلدُل پہ غیظ میں جو امام مُبیں ہلے   گاو زمیں جھکی طبقاتِ زمیں ہلے
جنبش ہوئی پہاڑوں کو حصنِ حصیں ہلے   کانپے فلک بروجِ سپہر بریں ہلے
دکھلائی ضو جو تیغ جلالت مآب نے
تارِ شعاع کھینچ لیے آفتاب نے

ناگہ یہ حکمِ خالقِ اکبر ہوا اُدھر   اس دم جلال میں ہے یداللہ نامور
جائیں ملک زمیں کی حفاظت کو جلد تر   ورنہ تہِ زمیں نہیں جنات کو مفر
گیتی کی اب ہے اصل نہ تحت الثریٰ کی ہے
ضربِ علیؑ نہیں ہے یہ ضربت خدا کی ہے

لکھا ہے قد دراز تھا اتنا وہ خود پسند   زیں پر خدا کے شیر سے دو ہاتھ تھا بلند
لیکن نشانِ معجزہ شاہ ارجمند   ہنگام ضرب اُس کے مقابل ہیں تھے دو چند
دیکھی جو ضرب سر پہ تو غل جا بجا ہوا
بالائے کاف کفر ہے مرکز کھنچا ہوا

سر پہ شریر کے جو پڑی ضرب بیباک   ڈر سے زمیں جھجک گئی اونچی ہوئی سمک
آثار حشر کا ہوا اہلِ زمیں کو شک   ہلچل ہوئی کہ تا حدِ کرسی ہٹے فلک
ہر قصرِ خلد مثلِ زمیں ہل کے رہ گیا
ہے انتہا کہ عرش بریں ہل کے رہ گیا

دو کر چکی تھی راکب و مرکب کو ذوالفقار　　جو آسماں سے تین ملک پہونچے ایک بار
بازو سے لپٹے جلد سرافیل نامدار　　میکال نے بھی تھام لیا ہاتھ استوار
وقفہ نہ ایک دم تہ تیغ دو سر کیا
جبریل نے پر اپنا زمیں پر سپر کیا

ٹکڑے گرے جو لاش لعیں کے بروئے خاک　　جھومے فرس پہ جوش میں آ کر امام پاک
اُس ضرب سے ہوئے یہ نبی جان دردناک　　جو ایک خاندان کلاں ہو گیا ہلاک
گو بچ گئے نہ سب طبقاتِ زمیں کٹے
اس پہ کہ تین شہپر روح الامیں کٹے

تکبیر کہہ کے واں سے بڑھے شیر ذوالجلال　　تیغ کشیدہ ہاتھ میں مرحب کے خون سے لال
پھر تھی کسے یہ تاب کہ تھم کر کرے جدال　　جانیں بچا کے قلعہ میں بھاگے زبوں خصال
جاتے تھے آپ اُن کے تعاقب میں اس طرح
ضرغام آہوؤں پہ جھپٹتا ہے جس طرح

احوال زور و ضرب کا حضار نے سُنا　　ہو حصر میں کمال و صفات شہِ ہدا
خلق و مروت و کرم و ہمت و سخا　　علم ریاضت و کرم و طاعتِ خدا
واضح ہی عاشقانِ شہِ دیں پناہ پر
ان سب کا خاتمہ ہوا شیر اللہ پر

حال سخاوت شہِ مرداں ہو کیا رقم　　عسرت میں بھی یہ ہاتھ نہ رکتا تھا ایک دم
ہوتا تھا مزد آب کشی میں جو کچھ بہم　　کرتے تھے صرف راہِ خدا شاہ باکرم
دولت سرا پہ کوئی گرسنہ اگر گیا
بخشا طعام بچوں پہ فاقہ گزر گیا

دنیا سے اُٹھ گئے جو رسولؐ فلک حشم! — مظلوم ہو گئے اسد اللہ با کرم!
فرطِ قلق سے ہو گئے تصویرِ درد و غم — گوشے میں سر تھا زانوئے غم پر بچشمِ نم

تھا ناگوار گھر سے نکلنا جناب کو
لذت جہاں کی خاک ہوئی بوترابؑ کو

آٹھوں پہر تھے سوگ نشیں حیدرؑ اللہ — خواہش تھی بوریئے کی نہ حشمت پہ تھی نگاہ
رغبت طعام پر تھی نہ آبِ خنک کی چاہ — خالق کی بندگی تھی بس اور شغلِ اشک و آہ

گھر سے گئے تو مسجدِ پروردگار پر
رو آئے یا رسولؐ خدا کے مزار پر

ہوتا تھا جب فلک پہ ہویدا مہِ صیام — جز طاعت الٰہ نہ تھا اور کوئی کام
مسجد میں مومنوں کے وہ مجمع وہ ازدحام — ہر روز وہ نماز جماعت کا اہتمام

منبر پہ وہ جلوس شہِ ارجمند کا
تعلیم مسئلوں کی بیاں وعظ و پند کا

حالِ قناعتِ شہِ مرداں بیاں ہو کیا — کرتے تھے جامِ آب سے افطار مرتضیٰؑ
لذاتِ دنیوی سے کراہت جو تھی سدا — کھائے نہ جو گدا بھی وہ مرغوب تھی غذا

عُسرت سخی کے واسطے عینِ فلاح تھی
نانِ جویں میں بھی فقرا کی صلاح تھی

دن رہ گئے قلیل حیاتِ علیؑ کے جب — خوفِ خدا میں آپ کو تشویش تھی عجب
آئی مہِ صیام کی انیسویں[۱۹] جو شب — آمادہ مرگ پر ہوئے شاہنشہِ عرب

ظاہر تھا حال سب کو جہاں کے امام تھے
ہر ایک سے بطورِ نصیحت کلام تھے

اُس رات کو عبادتِ خالق جو تھی اخیر — دیتے تھے طول سجدوں کو شاہِ فلک سریر
مضطر تھی روح قلب پہ تھا صدمۂ کثیر — آنسو رواں تھے دل تھا سوئے خالقِ قدیر
ہمدم سمجھ کے بندگی کارساز کو
گویا وداع کرتے تھے راز و نیاز کو

شوقِ وصالِ رب میں جو تھا قلب بیقرار — حجرے سے صحن خانہ میں آتے تھے بار بار
گردوں کو دیکھ دیکھ کے با چشمِ اشکبار — کہتے تھے دیکھیں ہوتی ہے کب صبح آشکار
جنت میں اب ملیں گے رسولِ مجید سے
یہ صبح کم نہیں ہے ہمیں صبحِ عید سے

اُس حال میں کبھی سوئے گردوں اٹھا کے سر — فرماتے تھے بدیدۂ تر شاہِ بحر و بر
اے آسمان ثابت و سیارہ و قمر — اچھا میں رات ہوتی ہے ہر اک مجھے بسر
تا صبح محوِ طاعتِ پروردگار ہوں
تم سب گواہ ہو کہ میں شب زندہ دار ہوں

اے عاشقانِ شیرِ خدا اٹھو اپنے بستر — قتلِ شہِ نجف کی ہویدا ہوئی سحر
تنہا چلے امام جو گھر سے خدا کے گھر — کلثومؑ نے حسنؑ کو جگا کر یہ دی خبر
بھیا اٹھو ہم آنکھوں سے آنسو بہاتے ہیں
بابا نماز پڑھنے کو مسجد میں جاتے ہیں

زینبؑ گئیں حسینؑ کے پاس اور یہ کہا — چونکو تم نیند سے یہ بہن ہو گئی فدا
تنہا چلے ہیں گھر سے شہنشاہِ لافتا — تم ساتھ بابا جان کے جاؤ پئے خدا!
دھڑکا ہے دشمنوں کا دلِ پُر ملال کو
تنہا نہ چھوڑنا اسدِ ذوالجلال کو

بہنوں نے جب حسینؑ و حسنؑ کو یہ دی خبر
گھبرا کے جلد آئے پدر کے قریب پسر
دیکھا کہ کر رہے ہیں وضو شاہ بحر و بر
بابا سے ہاتھ باندھ کے بولے بچشم تر
آفت میں پاس سے نہ ٹلیں گے حضور کے
مسجد میں ساتھ ہم بھی چلیں گے حضور کے

بولے گلے لگا کے شہنشاہ سرفراز
بیٹا نہ اس میں دخل دو یہ ہے خدا کا راز
میرا عدول حکم نہیں ہے تمہیں جواز
بیٹا تم آج گھر میں پڑھو صبح کی نماز
حاضر رہو اگرچہ دلوں کو نہ کل پڑے
ڈر ہے کہیں نہ حکم خدا میں خلل پڑے

مجبور ہو کے رہ گئے گھر میں وہ نونہال
اور خانۂ خدا میں گئے شیر ذوالجلال:
سب کو اٹھایا خواب سے با شفقت کمال
قاتل کو بھی جگا کے یہ بولا وہ خوش خصال!
غفلت نہ چاہیے کہ در صبح باز ہے
چل اٹھ کے پڑھ نماز کہ وقت نماز ہے

یہ کہہ کے جا نماز پہ آئے شہ انام
فرمائی شد و مد سے اذاں باصد احترام
جب ختم اذاں کے بعد اقامت ہوئی تمام
نیت عجب خلوص سے کرنے لگے امام
تکبیر جب کہی اسد حق نے شان سے
صل علیٰ کی آئی صدا آسمان سے

تھے اس طرف تو محو عبادت امام دیں
اور گھات میں کھڑا تھا ادھر قاتل لعیں
سجدے میں جب گیا وہ مددگار مومنیں
بالائے فرق پاک چلی ضرب تیغ کیں
ناحق ہوا یہ ظلم امام حجاز پر
بہنے لگا نمازی کا خوں جانماز پر

عصمت سرا میں آئے جو شاہنشہ غیور — رو کر کہا حسنؑ سے کہ اے قلب کے سرور
بٹیا خیال چاہیئے اس امر کا ضرور — کہہ دو کہ سب یہ لوگ ٹھہر جائیں دور دور
لازم ہے اہتمام یہ بابا نثار ہو
لیکن نہ اس طرح کہ انھیں ناگوار ہو

زہراؑ کی بیٹیوں کا فزوں تر ہے مرتبہ — عزّ و شرف میں مریم و حوّا سے ہیں سوا
دیکھیں گی میرا حال جو وہ غم کی مبتلا — اپنے سروں کو پیٹیں گی با نالہ و بکا
کرتے ہیں پاس آل نبیؐ وحش و طیر تک
پہونچے کہیں نہ اُن کی صدا گوش غیر تک

بہر خدا کریں یہ تردد شہ عرب — احوال کس زباں سے کہوں کربلا کا اب
بے جرم کٹ گیا جو سر شاہ تشنہ لب — عصمت سرا میں آئے تھے درآنہ بے ادب
زینبؑ جو سر برہنہ پھریں ہر دیار میں
کیا گزری ہوگی شیر خدا پہ مزار میں

فرزند پیٹتے ہوئے جس وقت گھر میں آگئے — غل پڑ گیا کہ شیر خدا زخمی ہو کے آئے
کہرام یہ پڑا کہ فلک غم سے تھرتھرائے — روضۂ رسولؐ نے یہ صدا دی کہ ہائے ہائے
زخمی خدا کے گھر میں امام امم ہوا
ہے ہے قریب عید قیامت کا غم ہوا

بستر پہ جب لٹا دیا لا کر بحال زار — گرد آئیں ساری بی بیاں بیتاب و بیقرار
چلاتی تھیں یہ بیٹیاں باچشم اشکبار — ہے ہے یہ کیا غضب ہوا اے شیر کردگار
بے جرم کس نے شاہ حجازی کا خوں کیا
کس نے خدا کے گھر میں نمازی کا خوں کیا

تڑپا جو فرش خاک پہ وہ مصدر علوم
اٹھی فلک سے قد قتل المرتضیٰ کی دھوم
ارباب شہر دوڑے گھروں سے علی العموم
دم میں میان مسجد کوفہ ہوا ہجوم
کہتے تھے سب کہ ہائے بڑا قہر ہو گیا
جلدی کرو تلاش کہ قاتل کدھر گیا

کوچوں میں تہلکہ تھا تلاطم تھا جا بجا
اہل ولا تھے چاک گریبان برہنہ پا
آتی تھی بار بار یہ جنات کی صدا
ہے ہے شقی نے خنجر سلیماں کا خوں کیا
ہر سمت شور نالہ و فریاد و آہ تھا
فوج ملک میں ماتم شیر الٰہ تھا

بیٹوں نے مرتضیٰؑ کے سنا جب یہ شور و شین
نکلے حرم سرا سے تڑپ کر حسنؑ حسینؑ
ڈیوڑھی پہ آکے بی بیاں کرنے لگیں یہ بین
ہے ہے شہید ظلم ہوئے شاہ مشرقین
صدمے سے زلزلہ ہے زمین آسمان کو
جلدی اٹھا کے لاؤ یہاں بابا جان کو

آئے پسر قریب پدر جب بچشم تر
لپٹے امام پاک سے شبیر نامور
نعرہ کیا حسن نے کہ ہے ہے مرے پدر
اک حشر تھا کسی کی کسی کو نہ تھی خبر
برپا تھا غل کہ غم سے ملائک بھی روتے ہیں
ہے ہے علیؑ کے لال یتیم آج ہوتے ہیں

جس دم اٹھا کے لے چلے بیٹے بصد بکا
حسرت سے تکتے جاتے تھے مسجد کو مرتضیٰؑ
آنسو رواں تھے اور مکرر یہ تھی صدا
رخصت ہماری تجھ سے ہے اے خانۂ خدا
قسمت میں اب نہ بندگی بے نیاز تھی
ہاں آخری یہ آج علیؑ کی نماز تھی

قاتل کو دست بستہ جو لائے حضورِ شاہ بولے یہ غش سے چونک کے سلطانِ دیں پناہ
کیوں درپئے جفا ہوا اے بندہ الٰہ ثابت نہ کچھ کیا کہ علیؑ کا تھا کیا گناہ
دنیا ملی کہ قربِ رسولِ خدا ملا
بچے مرے یتیم ہوئے تجھ کو کیا ملا

رونے لگا جو قاتلِ بے دیں جھکا کے سر خاموش ہو گئے اسد اللہ نامور
فرمایا دیکھ کر سوئے شبرؑ بچشم تر ہاتھوں کو اس کے کھول دو اے پارۂ جگر
ایذا سے اس کے ہاتھ سے گو مبتلا ہوں میں
لیکن یہ ہے خیال کہ مشکل کشا ہوں میں

لاتے تھے لوگ بہر تناول جو کچھ غذا قاتل کو آپ بھیجتے تھے شاہ لافتا
فرماتے تھے کہ ترک مروت نہیں روا آفت ہے بھوک پیاس کی انسان پر جفا
ہے دل میں درد صبر کا یارا نہیں مجھے
بند آب و دانہ ہو یہ گوارا نہیں مجھے

جس شہ کو یہ خیال ہو قاتل کا ہے غضب اس کے پسر کا حال کہوں کس زباں سے اب
گرمی میں تین روز اٹھائے عجب تعب بے آب بے طعام ہے شبیرؑ جاں بلب
محزوں بھی تھا نہ قلب کسی بے دریغ کا
کھانے کو زخم پینے کو پانی تھا تیغ کا

جراح نے جو آن کے دیکھا بچشم نم منھ اپنا پیٹ کر یہ پکارا بصد الم
تھی زہر میں بجھی ہوئی شمشیر بے ستم افسوس تا بہ سینہ اثر کر گیا ہے سم
سینہ سے آب آب دلِ پر ملال ہے
یہ زخم لاعلاج ہے بچنا محال ہے

ہاں عاشقانِ شاہِ اُمم پیٹو اپنے سر   دو روز کرب میں ہوئے ہیں آپ کو بسر
اکیسویں شب آئی ہے نزدیک ہے سفر   آنکھیں ہیں بند نزع میں ہیں شاہ بحر و بر
پچھلے کو آج کوچ ہے اُس بادشاہ کا
تابوت اُٹھے گا صبح کو شیرِ الٰہ کا

رونے کا شور اُٹھتا تھا بستر کے جب قریں   گھبرا کے کھول دیتے تھے آنکھیں امامِ دیں
قدموں سے لپٹے جاتے تھے فرزند مہ جبیں   گردوں پہ شور تھا کہ چلی رونقِ زمیں
غم سے حسن حسین جو بیتاب ہوتے تھے
لپٹا کے اپنے سینے سے مولا بھی روتے تھے

چونکے شبِ اخیر جو غش سے شہِ حجاز   تلقیں کئے حسن کو امامت کے سارے راز
بولے حسین سے یہ شہنشاہ سرفراز   بھائی کی اپنے کیجیو اطاعت بصد نیاز
دم ہے لبوں پہ ہم کوئی دم میں تمام ہیں
بیٹا یہ میرے بعد جہاں کے امام ہیں

نزدیک اب علی کا زمانے سے ہے سفر   آئی بلا یتیمی کی ہوتے ہو بے پدر
پھر پھر کے گرد رونے لگے سب وہ نوحہ گر   ایک ایک کو گلے سے لگا کر بچشمِ تر
موڑا جہاں سے منہ شہِ دُلدُل سوار نے
پچھلے پہر کو کوچ کیا روزہ دار نے

بس اے وحید وقتِ دعا و بکا ہے یہ   اُستادِ جبرئیل کی بزمِ عزا ہے یہ
درگاہِ ذوالجلال میں ہر دم دعا ہے یہ   یہ مرثیہ نجف میں پڑھوں التجا ہے یہ
لینے ہیں ۲ دو صلے تجھے سرکارِ شاہ سے
اک شیرِ حق سے ایک رسالت پناہ سے

۷۸۶

مرثیہ

در حال حضرت عون و محمد علیہم السلام

پائے کیا حضرت زینبؑ نے بھی نایاب پسر

(بند ۱۸۶)

پائے کیا حضرت زینبؑ نے بھی نایاب پسر گلشن مرتضویؑ کے گل شاداب پسر
مہروش غیرت مہتاب جہانتاب پسر ذی حشم عرش حشم واجب الآداب پسر
طفل ایسے کہ جوان پاس ادب کرتے تھے
جن کی تعظیم بزرگان عرب کرتے تھے

عابد و زاہد و ابرار و فلک قدر و جلیل عاقبت بین و خوش آئین و خوش اطوار و جمیل
مرتبے میں کوئی ثانی ہے نہ جرأت میں عدیل شان و شوکت ہے بزرگوں کی مگر سن ہیں قلیل
چاند ہر چند ہیں رخ پر ابھی بے ہالہ ہیں
نوجواں بھی نہیں دہ سالہ و نہ سالہ ہیں

اقدس و اطہر و ذی مرتبت و حق آگاہ اشجع و صادق و والا ہمم و عالی جاہ
نیمچے کاندھوں پہ تن تن کے جو رکھیں یہ ماہ غیر بے ساختہ چلائیں کہ ماشاء اللہ
قد بڑھیں اور تو یکتائے جہاں ہوں دونوں
سائے میں اپنے بزرگوں کے جواں ہوں دونوں

ایک ہی ابر کرم دونوں ہیں اک قلزم جود عاشق سبط نبیؐ شیفتۂ رب ودود
عون دیباچہ میں ہیں حضرت حمزہؑ کی نمود دیکھتا ہے جو محمدؐ کو وہ پڑھتا ہے درود
یاد آجاتی ہے خالق کے ولی کی صورت
ایک جعفرؑ کی شبیہ ایک علیؑ کی صورت

آفتاب فلک عز و شرف ہیں تو یہ ہیں خلق میں فخر نجیبانِ سلف ہیں تو یہ ہیں
دختر شیر الٰہی کے خلف ہیں تو یہ ہیں پاک طینت ہو نہ کیوں دُرِّ نجف ہیں تو یہ ہیں
آبرو بڑھ گئی ڈھنگ ایسے قرینے ایسے
خاک چھانیں تو نہ ہاتھ آئیں نگینے ایسے

جن سے گھر مطلع انوار ہے وہ نور العین حرز جان مادر و جوشن بازوئے حسینؑ
صفدر و لختِ دل فاتح صفین و حنین عاقل و صاحب توقیر نجیب الطرفین
جو ہیں رشتے میں نبیؐ کے یہ گہر ایسے ہیں
نام دھبے کا نہیں جن میں قمر ایسے ہیں

منفعل ابر بھی ہو فیض رسانی ایسی آب ہو سنگ بھی اعجاز بیانی ایسی
دل میں کٹ جائیں عدو سیف زبانی ایسی دنگ ہوں عالم و دانا ہمہ دانی ایسی
ذی شرف کرتی ہے ناچیز کو صحبت ان کی
قرب حق پانے کے لائق ہے لیاقت ان کی

دخل ہر فن میں ہر اک علم میں یکتائے زماں بحر مواج ہیں لفظوں کے جو معنی ہوں بیاں
وقت تقریر احادیث نبی نوک زباں واقفِ مقصد تنزیل و رموز قرآں
کس طرح ہوں نہ فصاحت میں بھی یکتا دونوں
آیتیں مصحفِ ناطق کی ہیں گویا دونوں

ہیں سعید ازلی ہی یہ خدا کی تائید — بچپنے میں یہ تہور ہی کہ دید اور نہ شنید
زہد و علم و عمل و فضل میں شہ کی تقلید — اور فن جنگ میں عباسؑ کے شاگرد رشید
ماں نے سکھلائے جو ہیں حق کے ولی کے انداز
چشم و ابرو میں بعینہ ہیں علیؑ کے انداز

جان شبیرؑ کی ہیں فاطمہؑ کے پیارے ہیں — طور و ادا کے تو نانا کے چلن سارے ہیں
بدر غیرت سے گھٹا جاتا ہے وہ تارے ہیں — جنگ میں قطب ہیں گردش ہو تو سیارے ہیں
رشک خورشید ہیں گو کم سن و سال ان کا ہے
آئے مریخ کو لرزہ وہ جلال ان کا ہے

صاف اور تیز زباں تیغ ہلالی کی طرح — پائی ثابت قدمی قطب شمالی کی طرح
حلم و الطاف و کرم سید عالی کی طرح — اور بگڑنا عمل اسم جلالی کی طرح
کیوں شمار ان کے غضب کا بھی نہ آیات میں ہو
جب رجز خواں ہوں تو سیفی کا اثر بات میں ہو

گر کبھی تذکرہ کہتی تھی اُن سے مادر — بارہا لڑتے تھے فوجوں سے اکیلے حیدرؑ
پاس آداب سے رہ جاتے تھے سر نہیوڑا کر — جوش جرأت سے بدل جاتے تھے لیکن تیور
جنگ کا شوق جواں مردوں کو تڑپاتا تھا
سینے تن جاتے تھے جب حرب کا ذکر آتا تھا

تھا زبس ولولۂ جرأت و ہمت دن رات — لڑکے مر جانے کو کہتے تھے وہ انجام حیات
دل کو مرغوب ہی تھی جو دلیرانہ ہو بات — کبھی حیدرؑ کی ستائش کبھی ذکر غزوات
خواب کے وقت حکایت نہ کوئی بھاتی تھی
کچھ شجاعت کا فسانہ ہو تو نیند آتی تھی

عالم علم ادب مصدر دانش مندی　　وضع کی مثل شہ عقدہ کشا پابندی
واقف لازمۂ مادری و پسر زندی　　جان دے دیں ابھی ہو ماں کی اگر خورسندی
فرط ہمت سے ادا حق تعشق کر دیں
اپنے سر ماموں کے قدموں پہ تصدق کر دیں

ماں کو حسرت تھی کہ دنیا میں یہ کچھ نام کریں　　سرخرو زینب ناکام ہو وہ کام کریں
لشکر شام کو رن میں تہ صمصام کریں　　سرشار قدم شاہ خوش انجام کریں
ہائے کیا شاد ہو دل فاطمہؑ کی پیاری کا
خلق میں غل ہو اگر ان کی وفاداری کا

حال اب شیروں کی جرأت کا بیاں ہوتا ہے　　رفعت و صولت و شوکت کا بیاں ہوتا ہے
عزم و جانبازی و ہمت کا بیاں ہوتا ہے　　جانبازوں کی شجاعت کا بیاں ہوتا ہے
دے تو فرزند زمانے میں خدا دے ایسے
کبھی دیکھے نہ جوانوں کے ارادے ایسے

پا چکے جب علم فوج جناب عباسؑ　　آبدیدہ یہ گئے زینب ناشاد کے پاس
ماں نے گھبرا کے کہا خیر تو ہے کیوں ہو اداس　　جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے عرش اساس
چھوٹے ماموں کو علم شہ نے دیا خوب کیا
ہم کو تقدیر نے ہم چشموں میں محجوب کیا

یوں تو ہر امر کے مالک ہیں امام آفاق　　پر یہ صدمہ ہے کہ ہم پر نہیں اب وہ اشفاق
منہ دکھانا ہمیں کس طرح نہ دنیا میں ہے شاق　　حیف کی جا ہے کہ تھا کچھ نہ ہمیں استحقاق
اپنے جد جعفرؑ ذی رتبہ و ذی جاہ نہ تھے
آپ فرمائیں کہ نانا اسد اللہ نہ تھے

غور سے دیکھ کے مُنھ حضرت زینب نے کہا
خوب یہ دل میں سمائی ہوئی ہی نام خدا
اس گھڑی بات وہ کی تم نے جو تھی نازیبا
مصلحت میں شہ والا کی تمھیں دخل ہو کیا
فوج چڑھ آئی ہی موقع نہیں دم لینے کا
وقت سر دینے کا یہ ہی کہ علم لینے کا

دل پریشاں نہ کرو ماں کا رکھو اپنے حواس
تھرتھراتے ہو نہ میرا نہ تمھیں شاہ کا پاس
پا چکے اب تو علمداری کا عہدہ عباس
کس پہ غصہ ہی یہ کیا خوب خدا لائے رہاس
ہیں شکایت کے سخن اشک پڑے بہتے ہیں
چھوٹا منھ اور بڑی بات اسے کہتے ہیں

سر اٹھاتے نہیں اللہ ری غیرت کا وفور
سُرخ آنکھیں بھی تو ہیں غیظ سے چشم بد دُور
تم تو کم سن ہو ابھی اور ہیں نازک یہ امور
کچھ کہا تو نہیں مُنھ سے شہ والا کے حضور
حرف شکوے کا زبان پر نہ کوئی آیا ہو
کہیں ایسا نہ ہو عباسؑ نے سُن پایا ہو

رنج ہی تم کو علم کا مجھے ہی سخت الم
ذکر کس چیز کا ہی دھیان کدھر ہی اس دم
تم سے کچھ چھوٹے برادر کی محبت نہیں کم
میری مرضی تھی اسی میں مجھے زہراؑ کی قسم
رغبت اُس شیر کی اور رائے شہنشاہ کی تھی
سب کو جانے دو وصیت اسد اللہ کی تھی

گرچہ تم دونوں کی جرأت میں نہیں شک زنہار
پر ابھی کہنے کو بچے ہو یہ مادر ہو نثار
ہاتھ میں تیغ نہ سپر ہوتی حب دروش تیغ بار
لڑتے یا رنگ وغا دیکھتے یا رو کے وار
ہر جگہ گر کے اُس انبوہ کو ٹالا جاتا
خود سنبھلتے کہ علم تم سے سنبھالا جاتا

نیک و بد جانتے ہو نام خدا ہوشیار — چاہیے ہے کہ ہوں حرّاروں کے پیارے جرّار
عہدہ پانے پہ قرابت کا نہیں دار و مدار — پوتے جعفرؑ کے ہو تو جنگ پہ رہیو تیّار
چتونیں دیکھ کے تھرائیں جواں لشکر کے
صفدری کیجیو نواسے ہو اگر حیدرؑ کے

اوچھی باتوں پہ مہذب نہیں کرتے ہیں ملال — جانشیں وہ جو دکھائے اب و جد کے افعال
فخر کیا مل گیا ترکے میں اگر منصب و مال — یہ وراثت ہے کہ ہاتھ آئے بزرگوں کا کمال
وہی کردار وہی عزم وہی کام کرے
خلق میں اپنے بزرگوں کی طرح نام کرے

جوڑ کر دست ادب دونوں سعیدوں نے کہا — عفو اب کیجیے اے بنت جناب زہراؑ
یہ تو ظاہر ہے کہ خردوں سے ہمیشہ ہے خطا — پر بزرگوں سے بہر کیف ہے امید عطا
میل جبینوں پہ بھی آئے تو گلا کیجیے گا
نام اب لیں جو علم کا تو سزا دیجیے گا

عذر مادر سے بسر کرتے تھے با دیدۂ تر — آئے ناگاہ علمدار شہ جن و بشر
آنکھ سے ماں نے اشارہ جو کیا گھبرا کر — گفتگو قطع ہوئی چپ ہوئے وہ رشک قمر
تھے زبس غیرت افلاک سعادت دونو
اٹھ کے تعظیم بجا لائے بعجلت دونو

جھک کے عباسؑ نے چھاتی سے لگایا اک بار — منھ کبھی منھ سے ملا اور کبھی چومے رخسار
عرض کی حضرت زینبؑ سے کہ اے عرش وقار — ہیں سعید ازلی آپ کے دونوں دلدار
کیوں نہ ہوں ہیں خلف الصدق یہ پیاسے کس کے
کس نمودار کے پوتے ہیں نواسے کس کے

دل فدا ہوتا ہے ان دونوں کی شوکت کے نثار یہ ہے سن اور یہ عطش ان کی ہے ہمت کے نثار
حسرتیں تیغ زنی کی ہیں شجاعت کے نثار عزم کس فوج سے لڑنے کا ہے جرأت کے نثار

ٹھٹکے ہیں جو لڑائی پہ یہ تل جائیں گے
جوہر ان چھوٹی سی تلواروں کے کھل جائیں گے

مثل دادا کے شجاعت میں ہیں یہ غیرت ماہ رخ پہ نانا کی جلالت ہے زہے عزت و جاہ
آب ہو جائیں کلیجے وہ غضب کی ہے نگاہ چتونیں پائی ہیں کس قہر کی ماشاء اللہ

ہو بہو شیر کے تیور ہیں جدھر تکتے ہیں
غیظ میں ان سے عدو آنکھ ملا سکتے ہیں

چشم و ابرو سے ہویدا ہے کہ رخصت گر پائیں شان سے حیدرؑ و جعفرؑ کی سوئے معرکہ جائیں
ایک حملہ کی دلیران عرب تاب نہ لائیں دل بڑھیں اور جو یہ رایت لشکر بھی اٹھائیں

ولولے پھر یہ کہاں رنج اگر گونا ہو
دوش پر جب ہو علم جوش وغا دونا ہو

مصلحت یہ ہے کہ بیدل ہو یہ نور العین گر نشاں دوش پہ ان کے ہو تو آئے مجھے چین
میں تو ہر حال میں ہوں بندۂ احسان حسینؑ تاج شاہی ہے اگر سر پہ وہ رکھدیں نعلین

دل فدائے کرم و لطف شہ غازی ہے
بھائی فرماتے ہیں کچھ کم یہ سرافرازی ہے

بولیں ہو کر متبسم یہ جناب زینبؑ باتیں ان بچوں کی تم نے بھی سنیں شاید اب
منھ سے ماں دونوں کے نکلا تھا لڑکپن کے سبب اعتنا ان کے کلاموں پہ یہ تم سے ہے عجب

ذکر یہ کرکے نہ خواہر کو پشیمان کرو
[illegible]

مجھ سے ڈر ڈر کے علم کے لیے کہنے کو کہا — پھر پشیماں بھی ہوئے سوچ کے کچھ حد سے سوا
معذرت کرتے تھے بھیا ابھی دونوں بخدا — تم جب آئے ہو تو چپ ہو گئے یہ ماہ لقا
شاہ سن لیتے تو پھر شرم سے گڑ جاتی میں
خود یہ نادم ہیں نہیں صاف بگڑ جاتی میں

دھیان اس وقت کدھر دونوں کا نفا کیا جانے — ورنہ آگے مرے لب پر سخن ایسے آنے
تم تو ماموں تھے کہ خود آئے علم دلوانے — اور اس جا یہ کوئی ہو تو برا بھی مانے
بے دھڑک بات زباں سے نہیں کہہ دیتے ہیں
پہلے انجام کو بھی دل میں سمجھ لیتے ہیں

اب یہ کیا پہلے بھی کہتے تو سخن کو کھوتے — مانتی میں نہ کبھی کرتے ضدیں یا روتے
گو کہ ہیں جعفرِ طیار کے دونوں پوتے — پر علم پا نہیں سکتے ہیں تمہارے ہوتے
عاقل و صفدر و ذی شان و ہنرمند ہو تم
گر نواسے یہ علیؑ کے ہیں تو فرزند ہو تم

جرأت و ہمت و شوکت کی جو کرتے ہو ثنا — حسنِ تعلیم تمہارا ہے یہ خود اس پہ فدا
کیونکہ اس سن میں سکھا دی ہیں یہ باتیں بھیا — طفلے ننھی سی جانوں کے ہیں دنیا سے جدا!
غیر شمشیر زنی اور نہیں کام کی بات
جان دیتے ہیں کہ ہم سے ہو کوئی نام کی بات

دور اندیشیاں دونوں کی بیاں ہوں کیا کیا — شوق ناوک فگنی کا ہے انھیں حد سے سوا
روز معمول ہے برچھوں کے ہلانے کا سدا — مشق چو رنگ کی بھی ہوتی ہے اب نام خدا
بات جو ہے قد و قامت سے سوا کرتے ہیں
زور فولاد کی ڈھالوں پہ ہوا کرتے ہیں

سامنا فوج کا ہے پر نہیں کچھ خوف و ہراس زخم کھانے کی تمنا ہے نہ ہے بھوک نہ پیاس
عازم جنگ ہیں بے خود و زرہ بے وسواس قول یہ ہے کہ کوئی دور کا حربہ ہو نہ پاس
آڑ کو ننگ سمجھتے ہیں نئی جرأت ہے
کام تیغوں سے ہے ڈھالوں سے انھیں نفرت ہے

غیظ ان بچوں کو آ جائے تو ٹالے نہ ٹلے اُلٹیں گیتی کو دم جنگ اگر زور چلے!
سر ہتھیلی پہ لئے رہتے ہیں نازوں کے پلے شب سے منصوبے ہیں کہ کل ہم بھی کٹائیں گے گلے
بڑھ کے تیغیں ہوں بغلگیر تو شیدا ہو جائیں
عید ہو گر رہِ معبود میں قرباں ہو جائیں

بعض بچپن کی وہ باتیں ہیں جو رونق کو مٹائیں ولولے یہ ہیں کہ ہم ثانیِ جعفر ہو جائیں
ننھے ہاتھوں میں اگر زورِ یداللّٰہی پائیں توڑنے کو درِ خیبر بھی کہیں سے لے آئیں
دیو سا جسم پئے ضربِ گراں بھی ڈھونڈیں
معرکہ میں کوئی مرحب سا جواں بھی ڈھونڈیں

سن چکے ہیں یہ فسانے تو یہ دونوں اکثر یعنی خیبر پہ علم دے کے گئے تھے حیدر
یہ تو تقلیدِ ید اللّٰہ پہ باندھے ہیں کمر دھن علمداری کی ان کو بھی نہ ہوتی کیونکر
بہرِ منصب کبھی بیجود نہ کوئی ایسا ہو!
ہٹ بھی وہ کرتے ہیں جو سن کے لئے زیبا ہو

ناز برداریاں اس درجہ ہیں بچوں کی ستم گر کوئی بات نہ ممکن ہو تو پھر کیا کریں ہم
ہیں بھی اس ضد پہ کبھی لینے نہ دونگی یہ علم اب نہ اس باب میں کچھ کہیو مرے سر کی قسم
آج ہٹ ان کی جو رکھ لوں تو قیامت ہو جائے
کل کو اس بات پہ مچلیں گے امامت ہو جائے

مڑ کے بیٹوں سے یہ کہنے لگیں بادیدۂ تر — کیا کھڑے کرتے ہو قدموں پہ رکھو ماموں کے سر
جوڑ کر ہاتھوں کو جھکنے جو لگے رشک قمر — جلد عباسؑ نے چھاتی سے لگایا بڑھ کر
شفقت آمیز سخن منھ سے مکرر نکلے
اپنے ہمراہ لیے خیمہ سے باہر نکلے

جلوہ گر تھے در دولت پہ جو سلطان امم — عرض کی جھک کے یہ عباسؑ نے بادیدۂ نم
صبح سے رن میں صف آرا ہے سپاہ ظلم — حکم گر ہو تو بڑھے یاں سے بھی لشکر کا علم
دیر ہوگی تو جواں فوج کے چڑھ آئیں گے
اے سلیمان زماں مور بھی بڑھ آئیں گے

اٹھے یہ سنتے ہی کرسی سے شہ عرش جناب — در پہ حاضر ہوا شبدیز فلک سیر شتاب
بڑھ کے اسوار جو ہونے لگا وہ فیض مآب — تھام لی دوڑ کے عباسؑ دلاور نے رکاب
راکب دوش محمدؐ سر زیں بیٹھ گیا
صاف خاتم پہ جواہر کا نگیں بیٹھ گیا

چڑھ کے گھوڑوں پہ جلو میں ہوئے خویش و رفقا — غل تھا تکبیر کا اور شور رضینا بقضا!
یک بیک رایت اسلام کا شقہ جو کھلا — بن ہوا رشک ختن مست ہوئی باد صبا
ضو کو پنجے کی ملک تکنے لگے حیرت سے
مڑ گیا مہر جہاں تاب کا منھ غیرت سے

نوجواں فوج میں جتنے تھے وہ تھے زیر علم — نعرۂ یا اسد اللہ تھا ہر اک قدم
پہونچے تا سرحد میداں جو بصد جاہ و حشم — مڑ کے چلائے نقیبان سپاہ اظلم
جنگ کو جان رسول الثقلین آ پہونچے
ہاں خبردار جوانو کہ حسینؑ آ پہونچے

صف مرتب ہوئی یاں تیر اُدھر سے آئے — دینے پیغام لڑائی کا پیاپے لائے
فوج قہار کی جنبش سے جبل تھرائے — دشت میں چار طرف، گرد کے بادل چھائے
کشمکش میں کہیں تل بھر نہ جگہ ملتی تھی!
دُور تک گھوڑوں کی ٹاپوں سے زمیں ہلتی تھی

باجے ہر صف میں بجے جنگ کے تاشے کڑکے — بوق کے شور سے شیروں کے کلیجے دھڑکے
چمکیں یوں برچھیاں وہ دھوپ میں شعلے بھڑکے — بگڑے یاں کے بھی جواں بڑھ گئے صف سے لڑکے
جرأتیں اپنی دکھانے لگے بیدینوں کو
تیر کھانے کے لیے تان لیا سینوں کو

پہلے فردوس کی انصار نے کی تیاری — لی رضا شاہ سے میدان کی باری باری
کیا لکھوں غازیوں کی صفدری و جرّاری — جو بڑھا ہو گئیں فوجیں تہ و بالا ساری
طرفہ نیرنگ دم جنگ نظر آنے لگا
دشت کیں خون سے گلرنگ نظر آنے لگا

بعد غیروں کے عزیزوں کی جو نوبت آئی — گلشن حیدر و زہرا پہ اُداسی چھائی
شہ سے مسلم کے جگر بندوں نے رخصت پائی — کس دلیری سے گئے فوج پہ دونوں بھائی
دم بدم اللہ اکبر تہ تیغ اجل کرنے لگے
شان سے پڑھ کے رجز جنگ و جدال کرنے لگے

دونوں بچوں کی جواں مردی و جرأت کے نثار — زیر پیدل تھے نہ پائے جاتے تھے بے مثل سوار
گاہ اُس غول میں تھے بچے کبھی توڑی یہ قطار — وہ ہوا تا بہ قدم پڑ گیا جس پہ اک وار
ہر طرف نیمچے بجلی کی طرح کوندتے تھے
لاشے گر گر کے جوانوں کے فرس روندتے تھے

سامنا دو کا ہزاروں سے یہ طرفہ ہی جدال — دے ظفر تم کو خدا جنگ کا ہو نیک مآل!
راس و چپ کا بھی نہایت ہی ہو اب وقت خیال — پشت پر چھپ کے نہ آ جائے کوئی بد افعال
گرچہ ہر حال میں حامی ہی خدا مردوں کا
ہاں دغا ہی چلن اس فوج کے نامردوں کا

تفرقہ قہر ہی آفت ہی جدائی اس دم — چھوٹ جائے نہ کہیں بھائی سے بھائی اس دم
فوج ٹوٹی ہی غضب کی ہی لڑائی اس دم — پھر سب آساں ہی جو ہو عہدہ برائی اس دم
وقت فرصت کا لعینوں کو نہ اس آن ملے
کاوے دو گھوڑوں کو دو چار کہ میدان ملے

یہ سخن تھے کہ چھپے آنکھوں سے وہ غیرت ماہ — سب طرف غور سے کی دونوں نے اُٹھ اُٹھ کے نگاہ
عون چلائے کہ لو قتل ہوئے وہ ذیجاہ — یاس سے بولے محمد بھی کہ انا للہ
یہ تاسف تھا کہ جیتے نہ وہ مظلوم پھرے
شادیانوں کی صدا سُنتے ہی مغموم پھرے

لاشے گھر آکے جو شہ لے گئے ادھر آئے — غم سے بیتاب ہوئے بنتِ علی کے جائے
سامنے ماموں کے حاضر ہوئے سر نہوڑائے — عرض کی اذن غلاموں کو بھی اب مل جائے
نخلِ امید وغا پھولنے پھلنے دیجئے
حسرتیں دل کی ہمارے بھی نکلنے دیجئے

رو کے شہ نے کہا کس کس کے الم میں رؤوں — انتہا ہو چکی مُنھ اشکوں سے کب تک دھوؤں
غم سے چھٹ جاؤں اگر کنج لحد میں سوؤں — کیا قیامت ہی بہن کی بھی کمائی کھوؤں
تم سے فرزندوں کو دنیا میں جب پائے گی
بن اجل زینب ناشاد بھی مر جائے گی

گو ہیں زہرا کی طرح صابرہ وہ نیک اطوار پھر جگر ماں کا ہی اور ماں بھی وہ جو عاشق زار
جا بے انصاف ہی آئے اُسے کس طرح قرار زخم دو تیغوں کے جو قلب پہ کھائے یک بار
مثل فولاد بشر کا دل رنجور نہیں!
تین جائیں ہوں تلف یہ مجھے منظور نہیں

گر کے قدموں پہ یہ کہنے لگے وہ غیرت ماہ حسرت اماں کو ہی مرنے کی ہمارے واللہ
فکر ہی آپ کو کیوں ان کے قلق کی یا شاہ ہی خوشی ان کی اسی امر میں سب گھر ہی گواہ
غم سے مر جائیں گی زندہ جو ہمیں پائیں گی
مر کے آئیں گے یہ خادم تو وہ جی جائیں گی

حق بجانب ہی یہ اماں کو نہ کیوں ہو منظور آپ کے غم میں ہی دنیا انھیں اندھیر حضور
جاں نثاری میں کریں غیر نہ جب وقت قصور اپنی اولاد بچائیں وہ یہ اُلفت سے ہی دور
ہی یقیں خاتمہ صبر و رضا کر دیتیں
سو پسر ہم سے جو ہوتے تو فدا کر دیتیں

رو کے عباسؑ سے فرمانے لگے شاہ زمن تم بھی سُنتے ہو بھتیجوں کے مدلل یہ سخن
کیوں نہ سو جاں سے ہوں پیارے مجھے یہ غنچہ دہن یہ ارادے یہ وفاداریاں اور یہ بچپن
گر وفا عمر کرے اور جواں ہوں دونوں
فخر اجداد ہوں یکتائے جہاں ہوں دونوں

بولے وہ سُن کے یہ ارشاد امام ذی جود آج اوصاف بزرگوں کے ہیں انھیں موجود
فہم و جرأت جنھیں اس عمر میں دے رب ودود پھر وہ کیونکر نہ کریں حوصلۂ نام و نمود
آبرو جس میں بڑھے عزم وہی کرتے ہیں
موت تلوار کی ہو اس کا یہ جی مرتے ہیں

صحن میں خیمہ کے ہوتی تھی ادھر یہ گفتار　　پاس تھیں زوجۂ مسلم کے اُدھر زینبِ زار
باتیں سب سُن چکیں جس دم تو بچشم خوں بار　　آئیں یہ کہتی ہوئی پیشِ امامِ ابرار
کیسے میں دیکھتی ہوں آپ کو روتے بھائی
کیا یہ قصے ہیں کہ فیصل نہیں ہوتے بھائی

مڑ کے بیٹوں سے کہا پا چکے تم اذنِ وغا　　عرض کی دونوں نے جو قبلۂ عالم کی رضا
شہ کا منہ دیکھ کے بولیں کہ یہ ظاہر ہو خدا　　رخصت ان کو جو ابھی تک نہ ملی وجہ ہے کیا
یہ تو ظاہر ہے کہ فردوس میں سب جائیں گے
اب جائیں گے تو میدان میں کب جائیں گے

رو کے فرمانے لگے بادشہِ کون و مکاں　　اے بہن دونوں یہ بچے ہیں مرے راحتِ جاں
جنگ کو بھیج دوں کس طرح سوئے فوجِ گراں　　کب ہے تکلیف جہاد ان پہ کہ یہ ہیں ناداں
گو کہ جانباز ہیں خوش فکر ہیں دانا عاقل ہیں
ننھے ہیں ضعف ہے ابھی جنگ کے یہ قابل ہیں

کون سا معرکہ دیکھا ہے وغا کیا جانیں　　فتنہ پردازیٔ اربابِ دغا کیا جانیں
آنچ تلوار کی یہ ماہ لقا کیا جانیں　　پھول سے جسم ابھی گرم ہوا کیا جانیں
کوئی تکلیف سہی یا غمِ دنیا دیکھا
سایۂ دامنِ مادر کے سوا کیا دیکھا

عرض کی زینبِ مغموم نے تب با دلِ زار　　یہ نہ فرمائیے اے بادشہِ عرش وقار
بچے مسلم کے جو سر دے کے ہوئے زیب نثار　　ہیں یہ ناداں تو وہ تھے کون بڑے ہوشیار
ہے غضب ہوں وہ جری خاک پہ سونے کے لیے
اور یہ جیتے رہیں ایک ایک کے رونے کے لیے

کیا کروں خلق میں جائز نہیں عورت کو جہاد ورنہ ان قدموں پہ خود ہوتی فدا یہ ناشاد
یہ نہ بر آئی نہ مجھ کشتۂ حسرت کی مراد صدقے کرتی ہوں میں اپنے عوض اپنی اولاد
غم سے نادار بہن ہوتی ہے بیدل بھائی
یہ تصدق نہیں کیا آپ کے قابل بھائی

سن کے ان باتوں کو اشک آنکھوں سے حضرت کے بہے بولے زینب سے کہ حیران کے بھی غم دل پہ سہے
دھیان اتنا ہی کہ بے صبر زمانہ نہ کہے امتحاں کا ہے یہ دن داغ کوئی اٹھ نہ رہے
دل پہ آلام اٹھانے کے لیے حاضر ہوں
صابرہ تم ہو زمانے میں تو میں صابر ہوں

شادماں ہو گئی یہ سن کے علی کی جائی دونوں جانبازوں کے چہروں پہ بشاشت چھائی
بولی ماں اب تو تمنائے دلی بر آئی جس کی حسرت میں تڑپتے تھے وہ دولت پائی
دست بستہ قدم شاہ پہ گر لو واری
صدقے ہونا ہے تمھیں گرد تو پھر لو واری

ہاتھ جوڑے ہوئے قدموں پہ گرے جب وہ صغیر لپٹے دونوں کو کلیجے سے لگا کر شبیر
ہاتھ مل کر کہا افسوس بہن کی تقدیر جاؤ پھر خیر سے دکھلائے مجھے رب قدیر
مہلت اک دم کی لعینوں سے جو پانا پیارو
تشنہ کلیں ماموں کو پھر اک بار دکھانا پیارو

ماں نے اٹھ کر کہا لو آؤ بدل لو پوشاک ساتھ مادر کے چلے جلد وہ اہل ادراک
لا کے زینب نے الگ واں سے بچشم نمناک بدلے کپڑے تو جگر ہو گیا غم سے صد چاک
دھیان آیا کہ جواں ہونے نہ پائے ہے ہے
ان کو کیوں بیاہ کے خلعت نہ پنہائے ہے ہے

دل بھر آیا تھا مگر تھام کے زینت یکبار بولیں لو غور سے سن لو مری باتیں دو چار
جنگ لاکھوں سے ہے اور تم ابھی ناتجربہ کار مستقل رہیو ہراس آنے نہ پائے زنہار
یہ جہاد ارۂ معبود ہے تعجیل کرو
جاہدوا امر ہے قرآں میں تعمیل کرو

آئیو مر کے جو ہو عاشقِ کامل دیکھو شفقت و پرورشِ ستمٔہ ور عادل دیکھو
ہو نہ مادر کو ندامت کہیں حاصل دیکھو تم کو ہاتھوں سے گنواتی ہوں مرا دل دیکھو
خوش ہوں میں اس میں کہ حضرت کی بلا لیکے مرو
غازیو داد شجاعت کی مگر دے کے مرو

وار وہ کیجیو کہ ہو دنگ سپاہِ دشمن پہلوان آنکھ چُرا جائیں رہیں نہ وہ چتون
خوب ملحوظ رہے اپنے بزرگوں کا چلن توڑ لیو رن میں صفوں کو صفتِ قلعہ شکن
نعرے وہ ہوں کہ جگر دار دہل کے ہٹ جائیں
دشت میں خوف سے شیروں کے کلیجے پھٹ جائیں

عین جرأت ہے نہ گر آنکھ کسی سے جھپکے فوج میں خوف سے بھاگڑ ہو جب بھڑ جو لپکے
ہونٹ کاٹے پسر سعد لعیں کھپ کھپ کے سُرخ ہو رن کی زمیں تیغوں سے خوں ٹپکے
لاشیں کفار کی ہر بار گریں لاشوں پہ
رن پڑے آج کہ رہوار چریں لاشوں پر

دل نہ تھوڑے ہوں بڑھے جنگ کو گر فوج کثیر آئے ابرو نہ بل گر ہو جبیں پر شمشیر
بات نیر دل میں رہے لوگ کی گر تم ہو صغیر سہم کر رُخ نہ پھرانا جو برسنے لگیں تیر
سرکشی پردہ خطا کا رہیں یہ ظاہر ہے
قدر انداز ازل کا کیا ڈر جو خدا قادر ہے

گھیر لے بڑھ کے اگر کوئی صفِ ظلم شعار — باندھیو تم مری جانب سے وہ صف پڑھ کے حصار
ہو زرہ پوشوں کا بلوہ تو نہ ڈرنا زنہار — دم کئے جائیو جوشن کی دعائیں ہر بار
نعرے یا حیدرِ صفدر کے رہیں لڑنے میں
بدحواسی نہ کرے مرد کڑی پڑنے میں

خوب واقف ہو کہ تم سے کوئی پیارا ہی نہ تھا — دل ہو میلا یہ مرے قلب کو یارا ہی نہ تھا
تم سوا زیست کا دنیا میں سہارا ہی نہ تھا — پل بھر آنکھوں سے ہو اوجھل یہ گوارا ہی نہ تھا
جاؤ مشغول میں یہ اب خود متقاضی ہوں میں
کچھ تو ایسا ہی کہ مر جانے پہ راضی ہوں میں

پہلے تھی دل میں تمنا کہ رچاؤں دو بیاہ — چاند سے چہروں پہ سہرے ہوں بنو تم نوشاہ
ہوں مئے ارمان بھری دھوم کروں خاطر خواہ — لاؤں تم دو دلہنیں حور لقا غیرت ماہ
گھر ہو آباد تمھارے میں تماشے دیکھوں
آج حسرت ہے کہ تم دونوں کے لاشے دیکھوں

جنگ کو حضرت زینب کے پسر جاتے ہیں — شاہ رو رو کے سخن یاس کے فرماتے ہیں
مضطرب سب حرم پاک ہیں غم کھاتے ہیں — قلب قابو میں نہیں منہ کو جگر آتے ہیں
ماں یہ کہتی ہے کہ پورے مرے ارمان کرو
پاس عزت ہے تو سر ماموں پہ قربان کرو

شاق گو ہجر تمھارا ہے دلِ شیدا پہ — وقت لیکن ہے پڑا آج شہ والا پہ
جانیں قربان کرو جان و دلِ زہرا پہ — خاک راحت نہیں پائی خاک ہے اس دنیا پہ
تا کجا صدمے گئے رنج فراواں دیکھو
نام جس کا ہے بہشت اب وہ گلستاں دیکھو

غرض کی دونوں نے شکر آپ نہ مطلق فرمایا
منہ نہ پھیر سکے بے جان لیے گھر میں آئیں
شکر شام ہو کیا مال جب دشمنان مٹ گئے ہیں
گر خدا چاہے تو زینت دہ بالا ہو جائیں
پھر امداد جو حضرت کی دعائیں پہونچیں
آپ تک ان کی دہائی کی صدائیں پہونچیں

اپنے آقا سے دغا فعل نہایت ہی یہ زشت
کبھی اُن سے نہ بدی ہوگی جو ہو یا نہایت حشر
حق پرستوں کے لیے گلشن دنیا ہے کنشت
نام آیا ہے تو ارشاد ہو کچھ وصف بہشت
ہوں فرحناک ہمارے دل غمگیں اماں
ذکر کوثر ہو تو ہو پیاس میں تسکیں اماں

ساقیا ساغر گلرنگ مئے ناب پلا
شربت طاہر و خوش لذت و نایاب پلا
دم لبوں پر ہے وہ اے دل بیتاب پلا
جستجو خضر کو بھی جس کی ہے وہ آب پلا
حوصلہ دل کا جو ہے نشہ میں دونا ہو جائے
جوش میں آکے طبیعت مری دریا ہو جائے

وصف ہر تازہ و رنگیں جو مضامیں ہوں رقم
سبز ہو صورت شاخ گل فردوس قلم
بیت کے حرف ہوں بکھرے ہوئے پھولوں سے نہ کم
تختہ قرطاس کا ہو صحن گلستان ارم
دل ہر اک حور کا ہر بند سے وابستہ ہو
ایک مصرع ہو تو سو رنگ کا گلدستہ ہو

اے خیابان فصاحت گل رنگیں دکھلا
فرحت افزا جو ہوں وہ تازہ مضامیں دکھلا
گم ہو ہر چشم تماشائے ہنر بیں دکھلا
بزم کو رشک ہو وہ دامن گلچیں دکھلا
ایک کانٹا نہ ہو بے رنگ کوئی پھول نہ ہو
نقطہ بیکار نہ ہوں ثقل نہ ہو طول نہ ہو

جا بجا بات میں پیدا ہوں نئے گل بوٹے — تازگی اٹھ نہ رہی رنگ نہ کوئی چھوٹے!
حسنِ تقریر کا اک دم نہ تسلسل ٹوٹے — شاخ میں شاخ ہو ہر شاخ میں کوپل پھوٹے
بات ہر سبز عیاں رازِ نہفتہ ہو جائے
وہ شگوفے ہوں کہ ہر قلب شگفتہ ہو جائے

وہ چمن تازہ دکھاؤں جو کرے فضلِ کریم — جس کو کھٹکا نہ خزاں کا ہو نہ گلچیں سے ہو بیم
نخل وہ ہوں کہ ہو جو جن کی ہوا خواہ نسیم — سبز پتوں میں گھنے پھول ہوں پھولوں میں شمیم
رنگ میں سُرخ کوئی ہو کوئی زنگاری ہو
نقش اثر رنگ بھی مٹ جائے وہ گُلکاری ہو

نخل بند چمن مدحتِ حیدر ہوں میں — لب کھولے کبھی جس نے وہ سخنور ہوں میں!
ناز کیونکر نہ کروں عاشق سرور ہوں میں — عندلیب گلِ گلزار پیمبر ہوں میں
ہو گئی لال زباں فیض سخن سے گویا
پھُول جھڑتے ہیں سر بزم دہن سے گویا

کون سا گُل ہے جو اس دم ہمہ تن گوش نہیں — شوق میں روضہ رضواں کا کسے ہوش نہیں
خار جو کھاتے ہیں اُن کے تو بجا ہوش نہیں — وجد میں بلبل تصویر بھی خاموش نہیں
اپنی جا پر جو بہت مُرغِ چمن پھولے ہیں
زمزمے سُن کے مرے رنگِ سخن بھولے ہیں

ناظرین چمن نظم مخاطب ہوں ادھر — جملۂ معترضہ ہوتے ہیں ایسے اکثر
لب پہ ہو صلِّ علیٰ اور گُلِ معنی پہ نظر — مبتدا جس کا غم آل ہے یہ ہے وہ خبر
ذکر جنت کا مری زمزمہ خوانی سُن لیں
حال سب حضرت زینب کی زبانی سُن لیں

دونوں فرزندوں سے یہ دخترِ زہرا نے کہا — مدحِ فردوس بریں کس کی زباں سے ہو ادا
واں کے آرام کا ہر اک کو تصوّر جو ہوا — عمر بھر تارکِ دنیا رہے خاصانِ خدا
شوق اُس باغ کا ہو کیوں نہ دلِ انساں میں
جس کی تعریف خدا کرتا ہے خود قرآں میں

تم بھی واقف ہو شہیدوں کے جو رتبے ہیں عظیم — قصرِ عالی انھیں فردوس میں بخشے گا کریم
تخت وہ نور کے آراستہ وہ باغِ نعیم — واں کی وہ سرد ہوا جس پہ فدا یاں کی نسیم
روح پہلے ہی سے فرحت کا نشاں پاتی ہے
راہ صد سالہ سے خوشبوئے بہشت آتی ہے

وہ سماں گلشنِ فردوس کا وہ تیاری — بار پاتے ہیں وہی جن پہ ہے فضلِ باری
قلم قدرتِ معبود کی وہ گلکاری — نیچے گنجان درختوں کے وہ نہریں جاری
چشمِ مشتاق کو حاصل ہو طراوت جن سے
تجری من تحتہا الانہار عبارت جن سے

ہر طرف قدرتِ معبود نظر آتی ہے — راہ آفات کی مسدود نظر آتی ہے
صورتِ شاہدِ مقصود نظر آتی ہے — دھیان جس شے کا ہو موجود نظر آتی ہے
دُکھ نہیں شیب نہیں گردشِ ایام نہیں
عیش و راحت کے سوا رنج کا واں نام نہیں

باغ وہ تازہ و شاداب فضا حد سے فزوں — دیکھ کر اس کو طرب ناک ہو قلبِ محزوں
عمر بھر ختم نہ ہو حالِ فواکہ جو کہوں — نخل ہر قسم کے اور میوہ کا تر گونا گوں
قلب بیتاب کہ ہیں پھل کی جبیں کے بوسے
ڈالیاں جھوم کے لیتی ہیں زمیں کے بوسے

خوان ہر رنگ کی نعمت سے مہیا ہوں کہیں کہیں عنبر کی مہک نکہت کافور کہیں
ثمر اشجار میں ظاہر کہیں مستور کہیں رُطب تازہ کہیں خوشۂ انگور کہیں
جس پہ رغبت ہوئی باقلب فرحناک لیا
بڑھ کے وہ ٹل گیا ہونٹوں سے جسے تاک لیا

جلد سے مغز عیاں صاف لطافت ایسی ذائقہ ذکر میں جس کے ہے حلاوت ایسی
سایۂ برگ بھی ہے بار نزاکت ایسی کہ ملیں عکس سے گلنار ہوں رنگت ایسی
ضو ہے انجم کی فروغ نظر انساں ہیں
قمقمے نور کے ہر نخل میں آویزاں ہیں

جائے اُڑتا ہوا گر اوج پہ اک طائر اور بہشتی کوئی رغبت سے اُدھر ہو ناظ
ہو کے بریاں اُسی دم مُنھ کے قریں ہو حاضر اُس کی لذت کا بیاں کیا کہ زباں ہے قاص
سیر ہو کر جو ذرا آنکھ اُدھر سے مڑ جائے
کہہ کے یا قادر و قیوم وہ طائر اُڑ جائے

ایک جانب وہ چھلکتا ہوا حوض کوثر مثل ماہی ہو جسے دیکھ کے بیتاب نـ
سیم و زر کے وہ مرصع بجواہر ساغر دیں گے دینداروں کو بھر بھر کے جنابِ
سرد ہے جرعہ جو پی لے کوئی محرور مزاج
آب گوہر کی مہک عطر کی کافور مزاج

عین جنت میں ہے اک شیر کی نہر اطہر صاف و پاکیزہ و شیریں و لطیف و خوش
شہ کو گہوارے میں خود روح امیں نے کہہ کر اِنّ فی الجنّۃ نہراً لبن دی ہے خب
روح بس ذکر سے آرام بہت پاتی تھی

ذکرِ طوبیٰ کا سنو ہے وہ عظیم ایک شجر — پہونچے جس کی نہ بلندی کو کبھی مرغِ نظر
اصل اُس نخل کی ہے قصرِ نبیؐ کے اندر — شاخیں اتنی ہیں کہ جو سایہ فگن ہیں ہر گھر
دیکھ کر روح کو اک تازہ مزا ملتا ہے
سبز پتّوں سے بھی رحمت کا پتا ملتا ہے

حالِ ہر قصر کی خوبی کا کہوں تم سے اگر — طول ہو جائے نہ تقریر میں ہے مجھ کو یہ ڈر
مجمل اک جملہ بیاں کرتی ہوں جامع ہے مگر — مشک و عنبر کی زمیں ہے تو جواہر کے ہیں گھر
دمبدم جلوہ کناں نورِ خدا ہے سب میں
فرش استبرق و سندس کا بچھا ہے سب میں

قصرِ سجادہ مختارؐ کی وہ عظمت وہ نمود — دیکھ کر جس کو ملک عرش پہ پڑھتے ہیں درود
نور اس کے در و دیوار سے کرتا ہے صعود — منزلِ رحمتِ حق چار جہتوں سے محدود
اُس کی تنویر سے یوں قصرِ جناں روشن ہیں
جیسے خورشید سے دنیا کے مکاں روشن ہیں

حدِ اوّل ہے سوئے مسکنِ حیدرؑ مع در — حدِ ثانی کی طرف فاطمہ زہراؑ کا ہے گھر
حدِ ثالث میں زمرد کا مکانِ شبّرؑ — قصرِ یاقوت اُدھر ہے حدِ رابع ہے جدھر
ہے نہ گھر اس کا جو مظلوم مرا بھائی ہے
حسینؑ کے لیے جنت میں بھی یکجائی ہے

جا کے خدمت میں محبوبِ خدا میں جس دم — عرض کیجیو مری جانب سے کہ یا شاہِ اُمم
بڑھ گئے حد سے سوا آپ کی اُمّت کے ستم — لاکھ جلّاد ہیں اور ایک مرے بھائی کا دم
خوفِ خالق کا نہیں درپئے آزار ہیں سب
آپ کی آل کا خوں کرنے کو تیار ہیں سب

جس میں شامل ہے لہو آپ کا یا خیر بشر — تشنۂ خوں اسی پیاسے کے ہیں سب بانی شر
آپ کہتے تھے جب لگائے گی کبھی شمر — ٹکڑے ہو جائے گا تیغوں سے وہ جسم اطہر
حلق پر خنجر کبھی سینے پہ قاتل ہو گا
جس کو چھاتی پہ سلاتے تھے وہ بسمل ہو گا

کہیو بابا سے کہ یا سرور ذیشاں آؤ — آل اطہار کی تباہی کا ہے ساماں آؤ
ہر طرف خلق میں ہے قہر کا طوفاں آؤ — وقت امداد ہے اے نوح غریباں آؤ
شور فریاد و بکا عترت اطہار میں ہے
ناؤ سادات کی صدقے گئی منجدھار میں ہے

کس سے فریاد کرے کس کو پکارے زینبؑ — بھائی بچ جائے تو جاں اپنی بھی وارے زینبؑ
اب ہے زندہ اسی بیکس کے سہارے زینبؑ — دیر اچھی نہیں قربان تمھارے زینبؑ
آفت آ پہونچی ہے آنا ہے تو آؤ بابا
میرے ماں جائے کو تیغوں سے بچاؤ بابا

عرض اماں سے یہ کر دیجیو با حال حزیں — گھر لٹا جاتا ہے تم کو بھی خبر ہے کہ نہیں
ہے تمھارا جو پسر دوش محمدؐ کا مکیں — مستعد اس کے مٹا دینے پہ ہیں دشمن دیں
حال ہم سب کا ذرا دیکھ تو جاؤ اماں
قصر جنت سے کھلے سر نکل آؤ اماں

تمھارے قسمت میں کہ مرنے پہ بھی آرام نہ پاؤ — روح بیچین رہی داغ اٹھاؤ غم کھاؤ
حشر نزدیک ہے اماں نہ تامل فرماؤ — حق سے فریاد کرو عرش کے پائے کو ہلاؤ
غم سے بیتاب ہوں کچھ بس نہیں دم گھٹتا ہے

ہے تعجب مجھے کیونکر بھتیجوں ان آیا چین | طرفہ آفت میں ہے یاں جان رسول الثقلین
پرورش ناز و نعم سے ہوا جو نور العین | آج جلادوں کے قابو میں پڑا ہے وہ حسین
ٹھوکریں کھاتی نہیں تقدیر میاں ماں جائی کی
ہے غضب جان بچے گی نہ مرے بھائی کی

یک بیک آئی یہ خاتون قیامت کی صدا | میری بیٹی تری مظلومی کے صدقے زہرا
مجھ پہ روشن ہے جو کچھ ہے مرے بچے پہ جفا | جو ترا حال ہو بھائی کے لیے ہے وہ بجا
پیٹتی پھرتی ہوں فرزند کی خاطر زینب
میں تو دو دن سے ہوں اس دشت میں حاضر زینب

سن کے زہرا کی صدا اہل حرم روئے تمام | ماں کو بیٹوں نے کیا آخری رخصت کا سلام
رہ گئی تھام کے دل اپنا ادھر وہ ناکام | بس چلے صرف خزاں ہونے کو دونوں گلفام
در سے مہمان کوئی دم کے وہ پیارے نکلے
جھلملاتے ہوئے دو صبح کے تارے نکلے

جب چلے جنگ کو زینب کے دلاور دونوں | جھک گئے شاہ کے مجرے کو برابر دونوں
حکم پایا تو چڑھے گھوڑوں پہ بڑھ کر دونوں | بادپا تیز ہوئے صورت صرصر دونوں
سب کو حیرت ہوئی اس شان سے رہوار چلے
جھونکے دو تند ہوا کے تھے کہ یکبار چلے

رن کو اس تیز روی سے وہ دلارام چلے | جس طرح گرم عناں ابلق ایام چلے
وہم تو ٹھوکریں کھا جائے جو دو گام چلے | ساتھ دینا ہو تو ہاں دامن زیں تھام چلے
کیا بجز نقش قدم اور نظر باقی ہے
پیچھے تھک تھک کے صدا ٹاپوں کی رہ جاتی ہے

پہونچے میداں میں وہ جانباز تو بڑھ کے گھوڑے چومے شوکت نے قدم ہاتھ ظفر نے جوڑے
تھی بہت فوج مگر ڈر سے ہوئے دل تھوڑے تیر سہمے قدر اندازوں نے بھی رُخ موڑے
شاہزادوں کو جو ذی قدر و گرامی دیکھا
بہر تسلیم نشانوں کو سلامی دیکھا!

زیور جنگ تنوں میں کمروں میں ڈابیں حُسن گر دیکھ لیں حوریں تو لبوں کو چابیں
روئے روشن وہ کہ خورشید کا پہلو دابیں ماہ کے چہرے پہ خود چھوٹتی ہیں مہتابیں
گرچہ تابش سے زمیں رن کی تپی جاتی ہے
دھوپ اُن چہروں کے پرتو سے چھپی جاتی ہے

یہ جبیں صاف ہے آئینۂ حُسنِ ایماں جلوۂ عید خجل جس کی چمک پر قرباں
کیسی صبحِ حلب اُس میں یہ فصاحت ہے کہاں منزلت کہتی تھی بیشک ہے یہ لوحِ قرآں
شان میں ہمسرِ والفجر زبس پاتا ہے
شمس اِس صُبح کے رُتبے کی قسم کھاتا ہے

سجدۂ حق کا نشاں صاف جبیں پر دیکھو حُسن کے طالعِ بیدار کا اختر دیکھو
بے تکلف ہے تو جبیں ہے مہ انور دیکھو سب مثالوں سے یہ تشبیہ ہے بہتر دیکھو
فرض اب ان کی رفاقت ہوئی خود ایماں پر
عہد اس بات کا ہے مہر ہے یہ قرآں پر

تیغِ ابرو وہ کہ سیاف ہو بسمل جس کا ماہ نو آج نہیں مد مقابل جس کا
رُخ ہے وہ شمع کہ پروانہ ہے ہر دل جس کا شمس ہے مثلِ قمر عاشقِ کامل جس کا
جب مہ و مہر کی اُلفت میں یہ کیفیت ہو
دیکھیں خورشید پرست اس کو تو کیا صورت ہو

ایسا خوش چشم جہاں میں نظر آتا ہی نہیں　　چشم بد دور غزال آنکھ ملاتا ہی نہیں
دارِ عقبیٰ کا تصور کبھی جاتا ہی نہیں　　اوجِ دنیا کا نگاہوں میں سماتا ہی نہیں
رعب وہ ہی کہ نظر سب کی پھری جاتی ہی
شیر کی آنکھ نگاہوں سے گری جاتی ہی

مصحفِ رخ پہ نگارش جو نہیں خط کی عیاں　　نکتہ داں جب نہ سمجھے ہوں تو سُن لیں یہ بیاں
بعثت ظلم سے از بسکہ ہی معمور جہاں　　ہیں نمایاں غضبِ خالقِ اکبر کے نشاں
حرفِ قرآں کے ہوئے محو یہ نوبت آئی
برکت اُٹھ گئی دنیا سے قیامت آئی

گیسوئے مشک فشاں رونقِ افزائے ختن　　جن کے ہر پیچ و شکن میں ہی تماشائے ختن
نافۂ نخبت تبت و دکا الے ختن　　جا لبوں ان کے قریبا ہی یہ تمنائے ختن
ہمسری کی اُسے خو تھی جو یہ انجام ہوا
تھی نہ بس اتنی خطا اک خطا نام ہوا

کہہ کے زلفوں کو شبِ تار کیا کیا اندھیر　　صبح میں پیچ پڑا ہو گیا برپا اندھیر
شام کی اُن پہ گھٹا چھا گئی ایسا اندھیر　　عشق میں جن کے شبِ قدر کو دنیا اندھیر
ہو چکا نافِ جہاں ابرِ کرم کہتے ایسا
اسم و اللیل کا ان زلفوں کو ہم کہتے ہیں

خلق میں ہی یہ دہن صورتِ کوثر نایاب　　دیکھ لے اس کو تو ہو چشمۂ زمزم کو حجاب
دُرِ شہوار ہوں دنداں سے مقابل کیا تاب　　آب خود ان میں خداداد ہی گو ہیں آب
لب خوش رنگ جو زیبِ دہنِ اطہر ہیں
سُرخ دو پھلیاں گویا لبِ کوثر ہیں

صدرِ کعبہ کی طرح عدل کا گھر سینہ ہے		دشمنوں پر بھی یہ ثابت ہے کہ بے کینہ ہے
نورِ دیں جس میں نظر آئے وہ آئینہ ہے		صورتِ مصحفِ حق علم کا گنجینہ ہے
شک سمجھتے نہیں اربابِ یقیں قرآں میں
دل ہے سینے میں کہ یٰسینِ مبیں قرآں میں

وصف کچھ ہاتھوں کا لکھوں مری طاقت کیا ہے		زورِ بازوئے یداللہ جنھیں پہونچا ہے
یاں سرِ دست ہر اک عقدۂ مشکل وا ہے		فن میں شمشیر زنی کے تو یدِ طولا ہے
رن میں خواہانِ اماں دستِ ستم اٹھ جائیں
تیغ جب ہاتھ میں ہو لاکھ قدم اٹھ جائیں

سچ یہ سنتے تھے کہ توصیفِ کمر کی ہے محال		کام کرتی تھی نظر اور نہ پاتا تھا خیال
کی وہ جانکاہ مشقت کہ ہوئی زیست وبال		آخر کار نظر آگیا باریک سا بال
مو شگاف اس لیے کہتے ہیں کہ نازک فن ہے
کوہ کندن ہے یہ اور کاہ برآوردن ہے

اُن کی ثابت قدمی حدِ ثنا سے ہے فزوں		کوہ ٹل جائیں جو تھم جائیں میانِ ہاموں
کب جگہ چھوڑتے ہیں خانۂ کعبہ کے ستوں		ہے یقیں وصف رقم کرنے کا گر قصد کروں
ہاتھ ساکت ہو رکے ذہن قلم تھم جائے
روشنائی بھی رواں ہوتی ہوئی جم جائے

اے فلک تجھ سے میں انصاف طلب ہوں اس دم		دور میں تیرے یہ بدعت یہ ستم ہائے ستم
ہے غضب حُسنِ سراپا یہ ہوا جن کا رقم		مستعد اُن کے مٹانے پہ ہوا اک عالم
نازنیں بچوں پہ رستم آئے نہ پیروں کو
پرزے تیغوں سے کریں چاند سی تصویروں کو

حرمتِ آلِ محمدؐ کو لعیں کیا جانیں   ساکنِ خلد کو دوزخ کے مکیں کیا جانیں
سنگدل سوزِ غمِ قلبِ حزیں کیا جانیں   کس کا گھر لٹتا ہے غارت گرِ دیں کیا جانیں
درد یہ صاحبِ اولاد سے پوچھے کوئی
اُن کا غم مادرِ ناشاد سے پوچھے کوئی

آفتوں میں نہ تردد ہے نہ فکرِ انجام   ولولے تیغ زنی کے ہیں شجاعت سے ہے کام
غیظ میں لب پہ یہ نالے ہیں کہ اے لشکرِ شام   ہم ہیں نوبادۂ سرسبزِ ریاضِ اسلام
گُل وہ جنت کے ہیں اُلفت میں جو دل داغی ہیں
جز زقوم اور نہ پھل پائیں گے جو باغی ہیں

کیا قیامت ہے کہ بے پردہ مسافر کو ستائیں   دشت میں گھیر کے مجبور کریں ترس نہ کھائیں
جب نواسے کو نبی لحمک لحمی فرمائیں   اُمتی جو ہوں نہ چاہیں کہ لہو اُس کا بہائیں
پاسِ احمدؐ کا بھی ہو ظلم کا اقدام بھی ہو
شیوۂ کفر بھی ہو دعویٰ اسلام بھی ہو

صاحبِ انساں یہ ہے گو طاعتِ اللہ و رسولؐ   آل سے بھی ہو مودت تو عمل ہیں مقبول
جو عدو ان کا ہے دشمن ہے نبیؐ کا وہ جہول   باطل اعمال ہیں گر ہو نہ ولا ان سے حصول
شان میں جو ہے محمدؐ کی وہ سورہ دیکھو
حکم لا تبطلوا اعمالکم آیہ دیکھو

دشمنِ جانِ محمدؐ ہو کدھر عقل ہے گم   ظلم ہے تا بہ کجا کور ہوئے یہ مردم
شاید اللہ کرے رحم پشیماں ہو جو تم   حسبِ مصداق عسیٰ ربکم ان یرحمکم
منتقم بھی ہے وہ جبار بھی قہار بھی ہے
توبہ لازم ہے کہ تواب بھی غفار بھی ہے

ختم ہوئے پیر و جواں سُن کے یہ بچوں کے سخن — تھے جو سرہنگ عرب کانپ گئے اُن کے بدن
بڑھ کے دونوں سے یہ کہنے لگا شمرِ پُرفن — بس نصیحت ہے عبث پیش سپاہِ دشمن
وقت جرأت کا ہے تقریر کا ہنگام نہیں
رن میں آیات و احادیث کا کچھ کام نہیں

زیست ہے چند نفس قتل کا ہے وقت قریں — سر یہ اک دم میں کہیں ہوویں گے اور جسم کہیں
خوں سے گلرنگ نظر آئے گی مقتل کی زمیں — معرکہ جنگ کا ہے کھیل یہ بچوں کا نہیں
فوج قہار کے بڑھتے ہی دہل جاؤ گے
گر کے رہوار دلوں کی ٹاپوں سے کچل جاؤ گے

لشکرِ شام کی بُرّاں ہیں غضب شمشیریں — کیوں سناتے ہو عبث چاند سی یہ تقریریں
جس سے جانوں کا مفر ہو وہ کرو تدبیریں — سن پہ زیبا نہیں بیکار ہیں یہ تقریریں
فوج بچوں کے سخن دھیان میں کب لاتی ہے
منہ سے باتوں میں ابھی دودھ کی بو آتی ہے

نعرہ زن یوں ہوئے یوں سن کے وہ دونوں ذیشاں — پیر نابالغ و کج بحث ہے تو او ناداں
وعظ میں یاں کے نہ کیوں طفل و جواں ہوں یکساں — مخزنِ پند ہمارا بھی ہے مثلِ قرآں
دھیان ہر قول کا ہے جن کو وہ خود جاہل ہیں
جو نظر رکھتے ہیں افعال پہ وہ عاقل ہیں

ہے ابھی گھر یہ ازل سے کرمِ ربِ مجید — یاں ہر اک بات میں ہوتی ہے اُدھر سے تائید
اپنا مرشد ہمیں کہتے ہیں جوانانِ سعید — ہم وہ بچے ہیں کہ ہے پیرِ فلک جن کا مرید
جبرئیل آئے تھے تحقیقِ حقیقت کے لیے
[illegible] عصمت کے لیے

اُس کے ہم شیر ہیں او ننگ شجاعان عرب　　اسد اللہ ہے مشہور جہاں جس کا لقب
جس کی تلوار کو جن جانتے تھے حق کا غضب　　سر کیے غزوۂ بدر و جمل و خندق سب
صفدری پیش رسولِ مدنی کی جس نے
تیرھویں سال میں خیبر شکنی کی جس نے

توڑ کفار کی بستی کو اُجاڑا کہ نہیں　　دم میں مرحب سے قوی تن کو پچھاڑا کہ نہیں
صفدری سے در خیبر کو اُکھاڑا کہ نہیں　　قلعہ میں جا کے علم شیر نے گاڑا کہ نہیں!
کفر و بیداد و ضلالت کا محل بیٹھ گیا
پھر اُٹھا سر نہ کسی کا وہ عمل بیٹھ گیا

عُمر کی جو بیاں کرتا ہے او گندہ دہن　　وجہ یہ ہے کہ ہے نزدیک ترا بہ سن بین
خلق میں قصۂ معیارِ ولد ہے روشن　　شیر خوارگی میں بھی چھوڑا نہ شجاعت کا چلن
زور جھولے میں یہ خالق نے دیا حیدر کو
تب پیا دودھ کہ جب چیر لیا اژدر کو

سامنے آلِ محمدؐ کے یہ افسوں سازی　　ایسے بودوں سے دبیں قتب و غاہم غازی
ختم ہو فوج کی تیزی جو اُٹھائیں تازی　　کھیل بچوں کا ہے کہتے ہیں جسے جانبازی
دل لگی تھیں اگر لاشے پہ لاشہ دیکھیں
اب یہ حسرت ہے کہ مقتل کا تماشہ دیکھیں

کہہ کے یہ تیغیں جو شیروں نے کھینچیں یکبار　　چھوٹے بھائی نے یہ کی عرض کہ اے عرش وقار
یہ لعیں زد پہ نہیں قتل ہے اس کا دشوار　　حملہ در فوج ستم پر ہوں اُٹھا کر رہوار
ندیاں خون کی ریتی پہ رواں دیکھ تو لیں
خیبر بچوں کی لڑائی بھی جواں دیکھ تو لیں

یاں سے ضیغم جو بڑھے زور تن شمر گھٹا | خوف سے پچھلے قدم صورت روباہ ہٹا
تین جانب سے اٹھی شام کی گھنگھور گھٹا | دشت کی گرد سے منھ نیر اعظم کا اٹا

نعرہ زن فوج سیہ کار کے سب دل اُمڈے
شور کرتے ہوئے برسات کے بادل اُمڈے

نیمچے کوندکے یوں فوج پہ یکبار گرے | جیسے خرمن پہ کبھی برق شرربار گرے
سر اُڑے ہاتھ کٹے خاک پہ خونخوار گرے | دس کہیں سات کہیں آٹھ کہیں چار گرے

فوج کا حملۂ اول میں عجب رنگ کیا
اُس کو بے جان اُسے بسمل اُسے دنگ کیا

بزدلے پڑتے ہی اُن شیروں کے پالے بھاگے | آئی غیرت بھی تو دو ہاتھ نکالے بھاگے
حوصلے پست ہوئے برچھیوں والے بھاگے | پیدلوں کا تو ہی کیا ذکر رسالے بھاگے

فوج قہار میں صورت تھی جو یہ ہلچل کی
سرکی جاتی تھی تلاطم سے زمیں مقتل کی

غل مچا تھا کہ بلا فوج پہ آئی کیسی! | پھنس گئے دام مصیبت میں رہائی کیسی
قلب قابو میں نہیں عہدہ برآئی کیسی | دم میں لشکر کی صفائی ہوئی لڑائی کیسی

سر پہ آپہونچی اجل فرق نہ جانو بھاگو
دو طرف بجلیاں گرتی ہیں جوانو بھاگو

ابر ڈھالوں کا جو چھایا ہوا تھا چھٹنے لگا | ڈر سے خون تن کفار بہم گھٹنے لگا!
شمر کے باغ کا ایک ایک شجر کٹنے لگا | لاش پہ لاش گری دشت ستم پٹنے لگا

ہر طرف صرف خزاں نخل ستم کا گلشن دیکھا

سر قلم کر دیے گر سامنے سر زور آئے ڈر سے دل خوں ہوئے لڑنے کو جو خونخوار آئے

گہ ادھر پہونچے کبھی فوج کے اس پار آئے جتنے موذی تھے بہت بل پہ انھیں مار آئے

غل تھا گو تین شب و روز کے پیاسے ہیں یہ

لیکن اژدر کے درندے کے نواسے ہیں یہ

پاؤں جمتے تھے نہ اُن کے جو بڑے جنگی تھے گم تھی عقل اُن کی جو موصوف بہ فرہنگی تھے

سرنگوں ہو گئے جو برسر سرہنگی تھے روسیہ آپ تھے جو ہیں وہاں زنگی تھے

آبرو ان کی گئی تھیں جو عدن کی فوجیں!

خوں سے تھیں سُرخ بدخشان و یمن کی فوجیں

ڈر سے نیزے کی کوئی تازی نہ بڑھا سکتا تھا مور اُلٹ کر وہ ہوا روم کا جو یکتا تھا

اور جو اہل عرب تھے انھیں اک سکتا تھا صورت یاس تھی ایک ایک کا مُنھ تکتا تھا

عقدے ہر شخص کی جرأت کے کھلے جاتے تھے

جوئے خوں دیکھ کے مصری تو گھُلے جاتے تھے

دشمن کے شور سے دریا کا بھی تھا دل مضطر ران کو تکتے تھے تلاطم میں حباب اُٹھ اُٹھ کر

کوہ جُنباں تھے زمیں کانپ رہی تھی تھر تھر گرد وہ رہ کے ہلاتی تھی اماں کی چادر

پہلوان دنگ تھے جرأت تھی نہ جراروں میں

غلُ تھا ہر بار دہائی کا ستمگاروں میں

رن میں زینبؑ کے جگر بند وغا کرتے ہیں حق شہ دیں کی محبت کا ادا کرتے ہیں

جرأتیں وہ ہیں کہ دشمن بھی ثنا کرتے ہیں دونوں ہر وار میں اک حشر بپا کرتے ہیں

ہاتھ رُکتے ہیں نہ اعدا کو اماں ملتی ہے

مردے قبروں میں دہلتے ہیں زمیں ہلتی ہے

ناگہاں ہم کے دو جانب سے بڑھا کثرت لشکر | جا پڑے میمنہ و میسرہ پہ وہ صفدر
بیچ میں پا کے جگہ آ جو گئے بانیٔ شر | رہ گئے آہ محمد تو ادھر عون ادھر

زور کیا پڑ گئے تقدیر کے جب پھیروں میں
موت نے ڈال دیا تفرقہ دو شیروں میں

یوں جدائی ہوئی جس وقت دم جنگ و جدال | ان کو فکر ان کی ہوئی ان کو ہوا ان کا خیال
اس طرف غم تھا انہیں اس طرف ان کو تھا ملال | تھک کے یہ جنگ سے معذور وہ قتل ہونے نڈھال

ایک دل وقت وغا تھے جو ملے تھے دونوں
دو طرف گھر جو گئے تھے تو دو دلے تھے دونوں

یک بیک فرق محمد پہ لگی تیغ ستم | خوں بہا زور گھٹا پر نہ دلیری ہوئی کم
واں سے ڈیوڑھی پسر سعد کی تھی چند قدم | جان پر کھیل کے بس جا ہی پڑا وہ ضیغم

کد تھی جس بات کی وہ کر کے نمودار گرا
مار کر نیچہ اُس خیمہ پہ جرار گرا!

دی صدا شیر نے گرتے ہوئے وہ زور دکھائی | حال اب مجھ میں نہیں تیغ وہ سر پر کھائی
خاک پر ماہیٔ بے آب ہو ہے شیدائی | ہے غضب آپ سرہانے نہیں اور موت آئی

مہلت اک دم کی بھی اعدا سے نہیں پاتا ہوں
فوج کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پسا جاتا ہوں

اپنا سر پیٹ لیا عون نے سن کر یہ صدا | اٹھ کے رہوار پہ چلائے بصد درد و بکا
کیونکر آؤں مجھے گھیرے ہوئے ہیں اہل جفا | کیا غضب ہو گیا ہی ہی مرے عاشق بھیا

جلد وہ چاند سی صورت نظر آئے پیارے

کہہ کے یہ بھائی کی جانب جو بڑھا وہ رہوار | جا لگا ان کے بھی سینہ پہ سناں کا اک وار
زخم جانکاہ لگا ہو گئے خوں میں سرشار | بولے تڑپ کر علیؑ اکبرؑ کو پکارے یکبار

جلد آؤ کہ ہوئی ختم لڑائی بھائی
او تصدق ہوئے دونوں یہ فدائی بھائی

یہ صدا دے کے نقاہت سے جو پھر تیورا کے | زخم تیغ و تبر و تیر بیاپے کھائے
قدم پاک رکابوں میں نہ تھمنے پائے | منھ کے بل پشت سے گھوڑے کی زمیں پر آئے

چوٹ زخموں میں لگی درد سے خاموش ہوئے
گرز اک سر پہ لگا کانپ کے بے ہوش ہوئے

سن کے حال ان کا ادھر سے شہ صفدر دوڑے | عالم غم میں سراسیمہ و مضطر دوڑے
تیغ کھینچے ہوئے عباسؑ دلاور دوڑے | دے کے ماتم کی خبر خیمے میں اکبرؑ دوڑے

دل جو بیتاب تھے باحال پریشاں پہونچے
تین ضرغام برابر سر میداں پہونچے

دیکھ کر غیظ میں شبیرؑ کو ہٹے ظلم شعار | عون مجروح زمیں پر نظر آئے یکبار
گر پڑے لاش کے نزدیک امامؑ ابرار | مڑ کے عباسؑ نے فرمایا بچشم خونبار

یاں نہیں دوسرا وہ رشک قمر لو بھائی
عابد تم جا کے محمد کی خبر لو بھائی

دوڑے عباسؑ علیؑ سن کے یہ اقوال شبیر | بعد اک لحظہ کے آ پہونچے لیے لاش صغیر
جسم صد چاک تھا دو ٹکڑے سر اور حلق پہ تیر | زلفیں الجھی ہوئی آلودہ خوں وقت اخیر

ہچکیاں آتی تھیں رخ زرد تھا دم توڑتا تھا
قبضۂ تیغ نہ پنجے سے مگر چھوڑتا تھا

پاس بھائی کے جو اس کو بھی اٹھا لاکر — زانوؤں پر شہِ بیکس نے رکھے دونوں کے سر
جھک کے چلائے کہ قرباں ہو یہ ماموں تم پر — فوجِ اعدا میں ہمیں چھوڑ کے جاتے ہو کدھر
غم سے بیتاب امامِ مدنی ہے پیارو
کچھ کہو منھ سے کہ کیا تم پہ بنی ہے پیارو

جانِ عباسؑ نے شانوں کو ہلا کر یہ کہا — نیند کیسی ہے یہ اے لاڈلو میں تم پہ فدا
کس کے زانو پہ سر اس وقت ہے دیکھو تو ذرا — وقت غفلت کا نہیں ہوش میں آؤ بیٹا
آنکھ کھولو کہ شہِ عرش مقام آئے ہیں
نزع میں کر لو زیارت کہ امام آئے ہیں

غش سے چونکے یہ صدا سنتے ہی وہ غیرتِ ماہ — کی نظر یا علیؑ کہہ کے سوئے چہرۂ شاہ
جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے عرش پناہ — حال باقی نہیں مجبور ہیں خادم واللہ
کیوں نہ دم مرگ غلاموں کو خجالت ہوتی
پھرتے گرد آپ کے اٹھنے کی جو طاقت ہوتی

شہ نے فرمایا اس الفت کے یہ ماموں قرباں — خود خجل ہوتا ہوں تم نے وہ کیا ہے احساں
آہیں کیوں بھرتے ہو ماں پاس چلو گے مری جاں — عرض کی موت سے اتنی ہمیں مہلت ہے کہاں
حسرتیں ملنے کی سوئے ملکِ عدم لے کے چلے
گود میں ماں کی نہ دم نکلے یہ غم لے کے چلے

گرچہ اس وقت بہت پیاس سے مضطر ہیں غلام — آرزو پانی کی لیکن نہیں یا شاہِ انام
ہم سے اماں نے کیا تھا دمِ رخصت یہ کلام — دودھ بخشوں گی جو تشنہ دہن ہو گے تمام
جاں فشانی کا ہمیں آپ صلا دیجئے گا

کہہ کے یہ غش ہوئے زانو پہ وہ گودی کے پلے نبضیں ساقط ہوئیں منہ کھل گئے منکے بھی ڈھلے
روئے اکبر بھی علمدار نے بھی ہاتھ ملے شاہ چلائے کہ ہے ہے مرے جانباز بھتیجے
ہچکیاں آتے ہی بیجان ہوئے آخر دونوں
اُٹھ گئے منزلِ ہستی سے مسافر دونوں

روئے سر پیٹ کے سرور تو یہ اکبر نے کہا لے کے چلئے انھیں اب خیمہ میں یا شاہ ہدیٰ
بی بیاں ڈیوڑھی پہ بیتاب ہیں باآہ و بکا دیکھ لیں بیٹوں کی لاشیں پھوپھی اماں بھی ذرا
حال معصوموں کے سُن کے وہ خاموش ہوئیں
پر یہ رقت کو کیا ضبط کہ بیہوش ہوئیں

لے چلے لاشوں کو یہ سن کے امام ذیجاہ راہ میں لب پہ مکرر تھا کہ انا للہ
در تک آ پہونچے تو فضہ یہ پکاری ناگاہ آئیے جلد کہ بیتاب ہیں زینبؑ یا شاہ
فکر بیٹوں کی نہیں فاطمہؑ کی جائی کو
یہ تردد ہے کہ کیوں دیر ہوئی بھائی کو

شہ نے فرمایا کہ کیا خیمے میں آؤں ہائے ہے لاشے یہ لیکے بہن پاس میں جاؤں ہائے ہے
خوں میں ڈوبی ہوئی شکلیں یہ دکھاؤں ہائے ہے کیونکر اے عون و محمد تمھیں پاؤں ہائے ہے
نام اس سن میں کئے فوج کو مغلوب کیا
سرخ رو آپ گئے اور ہمیں محجوب کیا

سرنگوں تھیں صفِ ماتم پہ جو بنتِ زہراؑ آئیں دروازے پہ سنتے ہی یہ بھائی کی صدا
لیں بلائیں رخِ پرنور کی اور رو کے کہا خود ہی محجوب بہن ہے آپ یہ فرماتے ہیں کیا
کچھ ادا ہو نہ سکا حقِ تعشق بھائی
دم یہ بچ جائے تو میں بھی ہوں تصدق بھائی

اب جو فرمائیے گا یہ سخن اے شاہِ اُمم — اُن کی لاشوں پہ بھی روؤنگی نہ میں کشتۂ غم
رو کے حضرت نے کہا ضبط نہ کرنا اس دم — روؤ دل کھول کے دونوں کو مرے سر کی قسم
آج ماتم اُن کا کیا جن کے نواسے ہیں یہ
دُودھ بخشو انھیں ہمشیر کہ پیاسے ہیں یہ

آئے خیمے میں یہ فرما کے شہ نیک خصال — لاشیں مسند پہ لٹائی گئیں با حزن و ملال
بولیں زینبؑ کہ بیاں کیجئے پہلے احوال — کس طرح دونوں نے میداں میں کی جنگ و جدال
بولے شہ حشر بپا لشکر غدار میں تھا
ڈھنگ سب حیدر و جعفرؑ کا ہر اک وار میں تھا

سُن کے بیٹوں کی وغا شاد ہوئی وہ ذیجاہ — پہلے دو سجدے کئے اور کہا شکر اللہ
پاس لاشوں کے جب آئیں تو ہوا غم جانکاہ — لے کے چہروں کی بلائیں کہا با نالہ و آہ
آفریں تم کو بھی سب اہل وفا کرتے ہیں
اُٹھ کے تسلیم کرو شاہ ثنا کرتے ہیں

کیسی غفلت تمھیں اس وقت ہے مادر ہو نثار — میری آواز بھی سُن کر نہیں ہوتے بیدار
نیند میں یوں کبھی دیکھا تھا نہ تم کو سرشار — دل میں وسواس مرے آتا ہے اب ہوشیار
جب ہو تشویش تو کیونکر دل پُر غم ٹھہرے
اک ذرا کروٹیں بدلو کہ مرا دم ٹھہرے

چاند سے سینوں پہ کھائی ہیں سنانیں ہے ہے — کٹ گئیں تیغوں سے ابرو کی کمانیں ہے ہے
مُنھ سے نکلی ہوئی ہیں خشک زبانیں ہے ہے — خاک پر لوٹ کے دیں ننھی سی جانیں ہے ہے
نہ سنبھلنے کا نہ اُٹھ سکنے کا یارا ہوگا

ماں کہاں تک غمِ جانکاہ کو ٹالے ہے ہے　　اب کھلا پڑ گئے تم موت کے پالے ہے ہے
کھائے ان چھاتیوں پہ ظلم کے بھالے ہے ہے　　مجھ کو جنگل میں کیا کس کے حوالے ہے ہے
اپنے ماتم میں کھلے بال تو دیکھو پیارو
اٹھ کے اماں کا ذرا حال تو دیکھو پیارو

پیٹ کر سر جو کئے زینبِ مضطر نے بین　　عترتِ پاک میں برپا ہوا اک شیون و شین
جوشِ ماتم سے کسی بی بی کے تھا دل کو نہ چین　　لے گئے خیمے سے روتے ہوئے لاشوں کو حسین
بنتِ زہرا کبھی اٹھیں کبھی تھرا کے گریں
پیٹتی تا بہ در آئی تھیں کہ غش کھا کے گریں

اے وحید آج کھلا حسنِ سخن کیا کہنا　　جودتِ طبع ہے یا بحرِ رواں کا بہنا
دل پہ ناقدریِ عالم کی جفائیں سہنا　　گو ہیں آلام پہ ہمت میں نہ قاصر رہنا
منحرف ایک زمانہ ہے تو کیا ہوتا ہے
بگڑی بن جاتی ہے جب فضلِ خدا ہوتا ہے

(۹) **آثارِ عشق** :- حضرت عشق کے سات مطبوعہ و غیر مطبوعہ مراثی کا مجموعہ قیمت دو روپیہ

(۱۰) **نگارِ نفیس** :- حضرت نفیس کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ مراثی کا مجموعہ " دو روپیہ

(۱۱) **مراثی میر** :- میر تقی میر کے ۲۱ مرثیوں کا مجموعہ مجلد - " تین روپیہ

(۱۲) **اسرارِ سخن** :- ادیب، انس، جاوید، یقین، ذکی، قدیم، ماہر

کے منتخب مراثی کا مجموعہ .... " دو روپیہ

(۱۳) **گلستانِ رشید** یعنی دیوان رشید لکھنوی) .... مجلد " دو روپیہ آٹھ آنہ

(۱۴) **آئینۂ نظمِ آزاد** :- عالی جناب چودھری سید حسن کاظم صاحب زمیں دار کسوارہ کی آزاد

شاعری کے خلاف لاجواب تصنیف .... قیمت ایک روپیہ

(۱۵) **افکارِ تعشق** (جلد دوم) حضرت تعشق کے غیر مطبوعہ مراثی کی جلد " دو روپیہ

(۱۶) **دیوانِ مصحفی** :- استاد آتش لکھنوی کے غزلیات کا مجموعہ مجلد " دو روپیہ

منیجر محافظ اردو بکڈپو نیا محل لکھنؤ

اطلاع

حضرت وحید رحمہ اللہ کی یہ جلد بڑی کشاکش میں طبع ہوئی ہے۔ میری مسلسل علالت۔ والد ماجد حضرت مودب رحمہ اللہ کی بیماری اور ۲۶ جون یوم جمعہ بوقت صبح انتقال اور تقاریب غم یعنی مجالس سوم و چہلم اس دور میں کتاب کا شائع ہونا معجزۂ خدمت ہی خدا معلوم کہاں کہاں غلطیاں رہ گئی ہوں۔ کیا ہوا کیا نہیں ہوا۔ کچھ نہیں معلوم۔ ارباب نظر میرے مصائب پر نظر فرما کے معاف فرمائیں گے۔ جس طرح دل چاہتا تھا صحت کی نگرانی نہ ہو سکی۔ خدا قبول فرمائے۔

خیر طلب مہذب لکھنوی

یکم اگست ۱۹۵۳ء

ادب دوست حضرات ملاحظہ فرمائیں

اردو زبان اس دور میں کتنی دشوار منزلیں طے کر رہی ہے اور کتنے مخالفین کا مقابلہ کر رہی ہے لیکن اس کی دلکشی اور ہر دلعزیزی کو عنقریب یہ خوف ہے کہ مغلوب ہونا پڑے، چنانچہ خدمت زبان و ادب کے خیال سے جو سلسلہ قائم کیا گیا ہے جس کی بارھویں (۱۲) قسط میں آپ یہ اعلان پڑھ چکے ہیں یہ زریں سلسلہ باقی رہنے کے قابل ہے ہر ماہ میں اساتذہ کا غیر مطبوعہ کلام شائع کیا جاتا ہے۔ بہ کثرت شعراء کو زندہ کیا جا چکا ہے اور انشاء اللہ زندہ کئے جائیں گے لیکن بڑی ضرورت اس امر کی ہے کہ ممبران خصوصی یعنی وہ حضرات جو چندہ سالانہ مبلغ للعہ (۲۴) عنایت فرمانے کا وعدہ فرمائے ہوئے ہیں عطا فرما دیں۔ کیونکہ انجمن محافظ اردو سے ۱۲ قسطیں پہونچائے اور چندہ سالانہ وصول نہ ہو اور حضرات توجہ نہ فرمائیں تو یہ زبان و ادب کی کھلی ہوئی نابیتی کہی جائے گی۔ آپ زیادہ سے زیادہ ممبر بنوائیے۔ اپنا چندہ ارسال فرمائیے تاکہ یہ سلسلہ باقی رہے۔ حضرات یہ تعلی نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ میں جب تک زندہ ہوں یہ سلسلہ باقی رہنا چاہیئے۔ میں بہت زیادہ وقت عزیز خدمت میں صرف کرتا ہوں۔ میرے بعد اہل ذوق کو ارمان رہے گا کہ کسی کا غیر مطبوعہ کلام طبع ہو اور ہم دیکھیں افسوس یہ ہے کہ حضرات کو سے ۱۶ قسطیں پہونچ گئیں مگر چندہ کا کہیں سے نام نہیں۔ میں اور کوئی مدد نہیں چاہتا صرف خریداری سے امداد فرمائیے

خیر طلب

مہا...